انجمن حمایت اسلام لاہور

اس وحدہ لاشریک لہ کی شان دیکھو۔ کہ اپنی قدرت۔ اپنی عظمت۔ اپنا جلال کیسے عجیب اور حیرت انگیز انقلابوں سے ظاہر کرتا ہے۔ چنانچہ دین اسلام کے وہ مخلص پیرو بندے جو اپنی اعلےٰ درجے کی دین داری۔ لیاقت۔ فضیلت۔ حسن اخلاق وغیرہ خوبیوں کے باعث آج کل کی متمدن علوم ہونے کی مدعی قوموں کے بھی اُستاد تھے۔ انہیں کی نسلیں آج جاہل مطلق بے ہنر محض اور اپنے سچے مذہب کے مقدس اصولوں کی پابندی سے کوسوں دور ہیں۔ ان کی جہالت کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ بت پرست قومیں جن کے پاس اپنے مذہب کی حقیقت کی کوئی بھی عقلی اور نقلی دلیل نہیں علانیہ اسلام کی تردید کے واسطے کھڑی ہوتی ہیں۔ اور ہمیں اپنی بے علمی اور نالیاقتی سے ان کے جواب دینے کی بھی جرأت نہیں عیسائی جن کے موجودہ طریق کو ایک تھوڑی سی عقل کا آدمی بھی غلط ثابت کر سکتا ہے۔ وہ ہمارے خاتم المرسلینؐ کی نسبت سینکڑوں جھوٹے اور لغو بہتان باندھ کر عام لوگوں کے سامنے سناتے ہیں۔ مگر افسوس کہ ہم ان کے لچر اور پوچ اعتراضوں کے جواب دینے سے بھی قاصر رہتے ہیں۔ یہ باتیں تو رہیں برکنار۔ مشن سکولوں میں ہمارے شافع المذنبینؐ اور ہمارے دین کی نسبت وہ نالائق الفاظ ہمارے لڑکوں کی زبان سے نکلوائے جاتے ہیں۔ جن کا سننا بھی جائز نہیں۔ مگر بل بے ہماری بے غیرتی۔ کہ ہم اپنے لڑکوں کو اس آفت سے بچانے کا بندوبست نہیں کرتے۔ ہماری لڑکیوں کے عقائد بگاڑنے اور انہیں ناجائز آزادی سکھانے کو کبھی روپے پیسے کا لالچ دے کر۔ کبھی پڑھانے کا ڈھنگ ڈال کر۔ کبھی دستکاری سکھانے کا وعدہ دے کر عیسائی عورتیں جن سے پردہ کرنا ویسا ہی ضروری ہے۔ جیسا مردوں سے۔ ہمارے گھروں میں آتی ہیں۔ مگر وائے رے نادانی۔ کہ ہم ان نقصوں کے مٹانے اور اپنی لڑکیوں کو ان گمراہ کرنے والی عورتوں کے ہاتھوں سے بچانے کی ہمت نہیں کرتے ✤ بے ہنری کا نتیجہ ہمیں یہ ملا۔ کہ جتنے رذیل پیشے ہیں۔ وہ آج ہمارے قبضے میں ہیں۔ چور۔ اُچکے۔ مفلس۔ قلاش جتنے ہیں۔ اکثر مسلمان ہیں۔ بھٹیارے۔ کنجن۔ بھانڈ۔ ڈوم۔ کل مسلمان۔ ان پڑھ۔ جاہل بے ادب گستاخ بھی ہیں۔ تو یہی مسلمان۔ دنیاوی علوم کون نہیں پڑھتے۔ اعلےٰ عہدوں پر کون ترقی نہیں کرتے؟ اپنی جائداد بیچ کھوا بیچتے جاتے ہیں۔ یہی ہمارے بھائی مسلمان ✤ اسلام کے پاک اصولوں کی پیروی چھوڑنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ جن قوموں کو انسانی لباس میں آئے ہوئے کچھ مدت نہیں گزری۔ ان کا دل آزار مقولہ اہل اسلام کی موجودہ حالت کے لحاظ سے یہ ہے کہ اسلام انسانی نسلوں کے حق میں فائدہ رساں نہیں ہے۔ غرض دینی اور دنیوی دونو طرح کی حالت میں تو پست و ذلیل ہو رہے ہیں۔ مگر باوجود اس کے ایک دوسرے سے الگ ہیں۔ اور مل کر اس حالت سے نکلنے کی بجائے فرقہ فرقہ بن کر ایک دوسرے کی تخریب کے درپے ہیں۔ بلکہ اپنے ہاتھوں اپنے مسلمان بھائیوں کی بیخ کنی کر کے اسلام ہی کو صدمہ پہنچا رہے ہیں۔ اور لطف یہ کہ اس بات کو دین کی ترقی کا باعث سمجھتے ہیں۔ افسوس! افسوس!!

مندرجۂ بالا نقصوں کے دور کرنے کے واسطے لاہور میں **انجمن حمایت اسلام** قائم ہوئی ہے جس کے مقاصد یہ ہیں **اول** مخالفین مذہب مقدس اسلام کے جواب تحریری یا تقریری تہذیب کے ساتھ دینے۔ **دوم** مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام کرنا۔ تاکہ وہ غیر مذہب والوں کی مذہبی تعلیم کے اثر سے محفوظ رہیں۔ **سوم** مفلس اور یتیم لاوارث بچوں کی تعلیم و تربیت کا انتظام کرنا۔ تاکہ وہ اپنے دین و مذہب کو چھوڑ کر گمراہی اور [illegible] خرتا نہ ہوں۔ **چہارم** اہل اسلام کو اصلاح طرز معاشرت اور تہذیب اخلاق اور تحصیل علوم دینی و دنیوی اور اتفاق کا شوق دلانا۔ **پنجم** گورنمنٹ انگلشیہ کی وفاداری کے نتائج حسنہ سے اہل اسلام کو [illegible] اور اغراض کے پورا کرنے کے لئے واعظوں کے تقرر۔ رسالے کے اجرا اور دیگر وسائل کو عمل میں [illegible]

ان اغراض کی تکمیل کے واسطے انجمن کی طرف سے دو **واعظ** ہیں۔ جن میں سے ایک صاحب [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

بل ھو آیات بینات فی صدور الذین اوتوا العلم

چند روز ہوئے کہ ایک عیسائی صاحب مسمّی عبد اللہ جبر نے چند سوال اسلام کی نسبت بطلب جواب انجمن ہیں ارسال فرمائے تھے چنانچہ انکے جواب اس انجمن کے تین معزز و معتقد معاونین نے تحریر فرمائے ہیں جو بعد شکر گذاری تمام بصورت رسالہ ہذا شائع کئے جاتے ہیں

سوالات

اوّل - محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنی نبوت اور قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے پر متشکی ہوتا جیسا سورۂ بقر اور سورۂ انعام میں درج ہے فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنے دل میں یقین جانتے تھے کہ وہ پیغمبر خدا نہیں اگر وہ پیغمبر خدا ہوتے یا انہوں نے کبھی بھی کوئی معجزہ کیا ہوتا یا معراج ہوا ہوتا یا جبرئیل علیہ السلام قرآن مجید لائے ہوتے تو وہ کبھی اپنی نبوت پر متشکی نہ ہوتے اُس سے انکا قرآن مجید پر اور اپنی نبوت پر متشکی ہونا صاف صاف ثابت ہوتا ہے اور نہ وہ رسول اللہ ہیں +

دوم - اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم پیغمبر ہوتے تو اسوقت کے سوالوں کے جواب میں لاچار ہوکر کبھی نہ کہتے کہ خدا کو معلوم یعنی مجھ کو معلوم نہیں اور اصحاب کہف کی بابت ان کی تعداد میں غلط گوئی نہ کرتے اور یہ نہ کہتے کہ سورج چشمہ دلدل میں چھپتا ہے یا غرق ہوتا ہے حالانکہ سورج یہ زمین سے کئی کروڑ حصہ بڑا ہے وہ کس طرح دلدل میں چھپ سکتا ہے +

سوم - محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو کبھی بھی کوئی معجزہ نہ ملا جیسا کہ سورۂ عنکبوت میں درج ہے (دیکھو ترجمہ عربی کا) اور کہتے ہیں کیوں نہ اتریں اس پر کچھ نشانیاں (یعنی کوئی ایک بھی کیونکہ لا نافیہ اس آیت میں جو کہ جنس سے کل جنس کی نفی کرتا ہے) اس کے رب سے - اور سورۂ بنی اسرائیل میں بھی - اور ہم نے موقوف کیں نشانیاں بھیجنی کہ اگلوں نے ان کو جھٹلایا - اس سے صاف ظاہر ہے خدا نے کوئی معجزہ نہیں دیا - حقیقت میں اگر کوئی ایک معجزہ ملتا تو وہ نبوت اور قرآن پر متشکی نہ ہوتے +

مورد برکات حضرت رحمانی مصدر انوار قرآنی جناب مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان کی طرف سے جوابات

پہلے سوال کا جواب

معترض نے پہلے اپنے دعوے کی تائید میں سورہ بقر میں سے ایک آیت پیش کی ہے جس کے پورے لفظ یہ ہیں۔ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ اس آیت کا سیاق سباق یعنی اگلی پچھلی آیتوں کے دیکھنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس جگہ نبوت اور قرآن شریف کا کوئی ذکر نہیں۔ صرف اس بات کا بیان ہے کہ اب بیت المقدس کی طرف نہیں۔ بلکہ بیت کعبہ کی طرف منہ پھیر کر نماز پڑھنی چاہیئے۔ سو اللہ جلشانہ اس آیت میں فرماتا ہے کہ یہی حق بات ہے یعنی خانہ کعبہ کی طرف ہی نماز پڑھنا حق ہے جو ابتدا سے مقرر ہوچکا ہے اور پہلی کتابوں میں بطور پیشگوئی اس کا بیان بھی ہے سو تو اسے پڑھنے والے اس کتاب کے، اس بارے میں شک کرنے والوں سے مت ہو* پھر اس آیت کے آگے بھی اسی مضمون کے متعلق آیتیں ہیں چنانچہ فرماتا ہے وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ یعنی ہر ایک طرف سے جو تو نکلے تو خانہ کعبہ کی ہی طرف نماز پڑھ یہی تیرے رب کی طرف سے حق ہے غرض صاف ظاہر ہے کہ یہ تمام آیات خانہ کعبہ کے بارے میں ہیں نہ کسی اور تذکرہ کے متعلق اور چونکہ یہ حکم جو خانہ کعبہ کی طرف نماز پڑھنے کے لئے صادر ہوا ایک عام حکم ہے جس میں سب مسلمان داخل ہیں لہذا بوجہ عموم منشاء حکم بعض وسوسے والی طبیعتوں کا وسوسہ دور کرنے کے لئے ان آیات میں ان کو تسلی دی گئی کہ اس بات سے متردد نہ ہوں کہ پہلے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے پڑھتے اب اُس طرف سے ہٹ کر خانہ کعبہ کی طرف نماز پڑھنا کیوں شروع کردیا سو فرمایا کہ یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ یہ وُہی مقرر شدہ بات ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے پہلے نبیوں کے ذریعے سے پہلے ہی سے بتلا رکھا تھا اس میں شک مت کرو۔

دوسری آیت جو معترض نے بتائید دعوے خود تحریر کی ہے وہ سورۃ انعام کی ایک آیت ہے جو معہ اپنی آیات متعلقہ کے اس طرح پر ہے أَفَغَيْرَ اللّٰهِ أَبْتَغِي حَكَمًا وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ أَنَّهُ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ یعنی کیا بجز خدا کے میں کوئی اور حکم طلب کروں اور وہ وُہی ہے جس نے مفصل کتاب تم پر اتاری

* یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ پہلی کتابوں میں اور نیز انجیل میں بھی تحویل قبلہ کے بارے

اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب یعنی قرآن دیا ہے مراد یہ ہے کہ جن کو ہم نے علم قرآن سمجھایا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ وہ منجانب اللہ ہے سوائے پڑھنے والے تو شک کرنے والوں میں سے مت ہو ۔

اب اِن آیات پر نظر ڈالنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مخاطب اس آیت کے جو فلاتکونن من الممترین ہے ایسے لوگ ہیں جو ہنوز یقین اور ایمان اور علم سے کم حصہ رکھتے ہیں بلکہ اوپر کی آیتوں سے یہ بھی کھلتا ہے کہ اِس جگہ یہ حکم فلاتکونن من الممترین کا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا قول ہے جس کا قرآن شریف میں ذکر کیا گیا ہے کیونکہ شروع کی آیت میں جس سے یہ آیت تعلق رکھتی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ہی قول ہے یعنی یہ کہ اَفَغَیْرَ اللّٰہِ اَبْتَغِیْ حَکَمًا سو اِن تمام آیات کا با محاورہ ترجمہ یہ ہے کہ میں بجز خدا تعالےٰ کے کوئی اور حکم جو مجھ میں اور تم میں فیصلہ کرے مقرر نہیں کر سکتا وہ وہی ہے جس نے تم پر مفصل کتاب نازل کی سو جن کو اُس کتاب کا علم دیا گیا ہے وہ اس کا منجانب اللہ ہونا خوب جانتے ہیں سو تو (اے بیخبر آدمی) شک کرنے والوں میں سے مت ہو ۔

اب تحقیق سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خود شک نہیں کرتے بلکہ شک کرنے والوں کو بحوالہ شواہد و دلائل منع فرماتے ہیں پس باوجود ایسے کھلے کھلے بیان کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف شک ختم الرسالت کو منسوب کرنا بجز بے خبری و بے علمی یا محض تعصب نہیں تو کیا ہے ۔

پھر اگر کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ اگر شک کرنے سے بعض ایسے نو مسلم یا مرتد منع کئے گئے تھے جو ضعیف الایمان تھے تو اُن کو یوں کہنا چاہئے تھا کہ تم شک مت کرو نہ یہ کہ تو شک مت کر کیونکہ ضعیف الایمان آدمی صرف ایک ہی نہیں ہوتا بلکہ کئی ہوتے ہیں بجائے جمع کے واحد مخاطب کا صیغہ کیوں استعمال کیا گیا ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس وحدت سے وحدت جنسی مراد ہے جو جماعت کا حکم رکھتی ہے اگر تم اول سے آخر تک قرآن شریف کو پڑھو تو یہ عام محاورہ اُس میں پاؤ گے کہ وہ اکثر مقامات میں جماعت کو فرد واحد کی صورت میں مخاطب کرتا ہے مثلاً نمونہ کے طور پر اِن آیات کو دیکھو لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّخْذُوْلًا ۔ وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَا

میں بطور پیشگوئی اشارات ہو چکے ہیں دیکھو یوحنا ۴ - ۲۱ - ۲۴ - یسوع نے اُس سے کہا کہ اے عورت میری بات کو یقین رکھ وہ گھڑی آتی ہے کہ جس میں تم نہ اس پہاڑ پر اور نہ یروشلم میں باپ کی پرستش کرو گے ۔

اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝

یعنی خدا تعالےٰ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا مت ٹھہرا اگر تو نے ایسا کیا تو مذموم اور مخذول ہو کر بیٹھے گا۔ اور تیرے خدا نے یہی چاہا ہے کہ تم اسی کی بندگی کرو اُس کے سوا کوئی اور دوسرا تمہارا معبود نہ ہو اور ماں باپ سے احسان کر اگر وہ دونو یا ایک اُن میں سے تیرے سامنے بڑی عمر تک پہنچ جائیں تو تو اُن کو اُف نہ کہ اور نہ اُن کو جھڑک بلکہ اُن سے ایسی باتیں کہہ کہ جن میں اُن کی بزرگی اور عظمت پائی جائے اور تذلل اور رحمت سے ان کے سامنے اپنا بازو جھکا اور دعا کر کہ اے میرے رب تو ان پر رحم کر جیسا انہوں نے میرے بچپن کے زمانے میں میری پرورش کی +

اب دیکھو کہ ان آیات میں یہ ہدایت ظاہر ہے کہ یہ واحد کا خطاب جماعت امت کی طرف ہے جن کو بعض دفعہ انہیں آیتوں میں تم کر کے بھی پکارا گیا ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان آیات میں مخاطب نہیں کیونکہ ان آیتوں میں والدین کی تعظیم و تکریم اور اُن کی نسبت برّ و احسان کا حکم ہے اور ظاہر ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے والدین تو صغیر سنی کے زمانے میں بلکہ جناب ممدوح کی شیر خوارگی کے وقت میں ہی فوت ہو چکے تھے سو اس جگہ سے اور نیز ایسے اور مقامات سے بوضاحت ثابت ہوتا ہے کہ جماعت کو واحد کے طور پر مخاطب کر کے پکارنا یہ قرآن شریف کا ایک عام محاورہ ہے کہ جو ابتدا سے آخر تک جابجا ثابت ہوتا چلا جاتا ہے یہی محاورہ توریت کے احکام میں بھی پایا جاتا ہے کہ واحد مخاطب کے لفظ سے حکم صادر کیا جاتا ہے اور مراد بنی اسرائیل کی جماعت ہوتی ہے جیسا کہ خروج باب ۳۳ و ۳۴ میں بظاہر حضرت موسٰےؑ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے (۱۱) آج کے دن میں جو حکم تجھے کرتا ہوں تو اُسے یاد رکھیو۔ (۱۲) ہوشیار رہ تا نہ ہو وے کہ اُس زمین کے باشندوں کے ساتھ جس میں تو جاتا ہے کچھ عہد باندھے (۱۷) تو اپنے لئے ڈھالے ہوئے معبودوں کو مت بنائیو + (۳۴)

اب ان آیات کا سیاق سباق دیکھنے سے صاف ظاہر ہے کہ اگرچہ ان آیات میں حضرت موسٰےؑ مخاطب کئے گئے تھے مگر در اصل حضرت موسٰےؑ کو ان احکام کا نشانہ نہیں بنایا گیا حضرت موسٰےؑ نہ کنعان میں گئے اور نہ بت پرستی جیسا بُرا کام حضرت موسٰےؑ جیسے مرد خدا بت شکن سے ہو سکتا تھا جس سے ان کو منع کیا جاتا کیونکہ موسٰےؑ وہ مقرب اللہ ہے جس کی شان میں اسی باب میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ تو میری نظر میں منظور ہے اور میں تجھ کو بنام پہچانتا ہوں دیکھو خروج آیت (۱۷) (۳۳)

سو یاد رکھنا چاہئے کہ یہی طرز قرآن شریف کی ہے توریت اور قرآن شریف میں اکثر احکام اسی شکل سے واقعہ ہیں کہ گویا مخاطب اُن کے حضرت موسےٰ اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں مگر در اصل وہ خطاب قوم اور اُمت کے لوگوں کی طرف ہوتا ہے لیکن جس کو ان کتابوں کی طرز تحریر معلوم نہیں وہ اپنی بے خبری سے یہی خیال کرلیتا ہے کہ گویا وہ خطاب و عتاب نبی منزل علیہ کو ہو رہا ہے مگر غور اور قرائن پر نظر ڈالنے سے اُس پر کھل جاتا ہے کہ یہ سراسر غلطی ہے +

پھر یہ اعتراض اُن آیات پر نظر ڈالنے سے بھی بکلی مستاصل ہوتا ہے جن میں اللہ جلشانہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے یقین کامل کی تعریف کی ہے جیسا کہ وہ ایک فرماتا ہے قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ نمبر ۷ یعنی کہہ کہ مجھے اپنی رسالت پر کھلی کھلی دلیل اپنے رب کی طرف سے ملی ہے اور پھر دوسری جگہ فرماتا ہے قُلْ ھٰذِہٖ سَبِیْلِیْ اَدْعُوْا اِلَی اللّٰهِ عَلٰی بَصِیْرَةٍ نمبر ۱۳ یعنی کہہ کہ یہ میری راہ ہے میں اللہ کی طرف بصیرت کاملہ کے ساتھ بلاتا ہوں اور پھر ایک جگہ فرماتا ہے وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا ۝ نمبر ۵ یعنی خدا نے تجھ پر کتاب اُتاری اور حکمت یعنی دلائل حقیت کتاب وحقیت رسالت تجھ پر ظاہر کئے اور تجھے وہ علوم سکھائے جنھیں تو خود بخود جان نہیں سکتا تھا اور تجھ پر اُس کا ایک عظیم فضل ہے پھر سورۂ نجم میں فرماتا ہے مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ۝ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دل نے جو اپنی صداقت کے آسمانی نشان دیکھے تو اُس کی کچھ تکذیب نہ کی یعنی شک نہیں کیا اور آنکھ چپ و راست کی طرف نہیں پھری اور نہ حد سے آگے بڑھی یعنی حق پر ٹھیر گئی اور اُس نے اپنے خدا کے وہ نشان دیکھے جو نہایت بزرگ تھے +

اب اے ناظرین ذرا انصافاً دیکھو اے حق پسندو ذرا منصفانہ نگہ سے غور کرو کہ خدا تعالےٰ کیسے صاف صاف طور پر بشارت دیتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بصیرت کاملہ کے ساتھ اپنی نبوت پر یقین تھا اور عظیم الشان نشان انکو دکھلائے گئے تھے +

اب خلاصہ جواب یہ ہے کہ تمام قرآن شریف میں ایک نقطہ یا ایک شعشہ اس بات پر دلالت کرنے والا نہیں پاؤ گے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت یا قرآن شریف کے منجانب اللہ ہونے کی نسبت کچھ شک تھا بلکہ یقینی اور قطعی بات ہے کہ جس قدر

یقین کامل وبصیرت کامل ومعرفت اکمل کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات بابرکات کی نسبت دعوے کیا ہے اور پھر اُس کا ثبوت دیا ہے ایسا کامل ثبوت کسی دوسری موجودہ کتاب میں ہرگز نہیں پایا جاتا فَهَلْ مَنْ يَسْمَعُ فَيُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَكُوْنُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ الْمُخْلِصِيْنَ ۔

واضح رہے کہ انجیلوں* میں حضرت مسیح کے بعض قوال ایسے بیان کئے گئے ہیں جن پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح اپنی عمر کے آخری دنوں میں اپنی نبوت اور اپنے موید من اللہ ہونے کی نسبت کچھ شبہات میں پڑ گئے تھے جیساکہ یہ کلمہ گویا آخری دم کا کلمہ تھا یعنی ایلی ایلی لما سبقتنی جس کے معنی یہ ہیں کہ اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ عین دنیا سے رخصت ہونے کے وقت میں کہ جو اہل اللہ کے یقین اور ایمان کے انوار ظاہر ہونے کا وقت ہوتا ہے آنجناب کے منہ سے نکل گیا۔ پھر آپ کا یہ بھی طریق تھا کہ دشمنوں کے بد ارادہ کا احساس کر کے اُس جگہ سے بھاگ جایا کرتے تھے حالانکہ خداتیعالےٰ سے محفوظ رہنے کا وعدہ پاچکے تھے ان دونوں امور سے شک اور تحیر ظاہر ہے پھر آپ کا تمام رات رو رو کر ایسے امر کے لئے جس کا انجام بد آپ کو پہلے سے معلوم تھا بجزاس کے کیا معنی رکھتا ہے کہ ہر ایک بات میں آپ کو شک ہی شک تھا۔ یہ باتیں صرف عیسائیوں کے اس اعتراض اٹھانے کی غرض سے لکھی گئی ہیں ورنہ ان سوالات کا جواب ہم تو احسن طریق سے دیسکتے ہیں اور اپنے پیارے مسیح کے سر سے جو بشری ناتوانیوں اور ضعفوں سے مستثنٰے نہیں تھے ان تمام الزامات کو صرف ایک نفی الوہیت وابنیت سے ایک طرفتہ العین میں اٹھا سکتے ہیں مگر ہمارے عیسائی بھائیوں کو بہت وقت پیش آئیگی +

(۲) دوسرے سوال کا جواب

پوشیدہ نہ رہے کہ ان دونوں آیتوں سے معترض کا مدعا جو استدلال بر نفی معجزات ہے ہرگز ثابت نہیں ہوتا بلکہ برخلاف اس کے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ضرور ایسے معجزات ظہور پذیر ہوتے رہے ہیں کہ جو ایک صادق وکامل نبی سے ہونے چاہئیں چنانچہ تصریح اس کی نیچے کے بیانات سے بخوبی

---

* یہ شبہات چاروں انجیلوں سے پیدا ہوتے ہیں خاص کر انجیل متے تو اول درجہ کی شبہہ اندازی میں ہے +

ہو جائیگی ❊

پہلی آیت جس کا ترجمہ معترض نے اپنے دعوے کی تائید کے لئے عبارات متعلقہ سے کاٹکر پیش کردیا ہے مع اُس ساتھ کی دوسری آیتوں کے جن سے مطلب کھلتا ہے یہ ہے وَقَالُوا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ط قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ط وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ط وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ یعنی کہتے ہیں کیوں نہ اُتریں اُس پر نشانیاں کہ وہ نشانیاں لمرجو تم مانگتے ہو یعنی عذاب کی نشانیاں ؟ وہ تو خدا تعالےٰ کے پاس اور خاص اُس کے اختیار میں ہیں اور میں تو صرف ڈرانے والا ہوں یعنی میرا کام فقط یہ ہے کہ عذاب کے دن سے ڈراؤں نہ یہ کہ اپنی طرف سے عذاب نازل کروں۔ اور پھر فرمایا کہ کیا ان لوگوں کے لئے { جو اپنے پر کوئی عذاب کی نشانی وارد کرانی چاہتے ہیں } یہ رحمت کی نشانی کافی نہیں جو ہمنے تجھ پر (اے رسول اُمی) وہ کتاب (جو جامع کمالات ہے) نازل کی جو اُن پر پڑھی جاتی ہے یعنی قرآن شریف جو ایک رحمت کا نشان ہے جس سے درحقیقت وہی مطلب نکلتا ہے جو کفار عذاب کے نشانوں سے پورا کرنا چاہتے ہیں کیونکہ کفار مکہ اس غرض سے عذاب کا نشان مانگتے تھے کہ تا وہ اُن پر وارد ہو کر انہیں حق الیقین تک پہنچا وے صرف دیکھنے کی چیز نہ رہے کیونکہ مجرد رویت کے نشانوں میں اُن کو دھوکے کا احتمال تھا اور چشم بندی وغیرہ کا خیال سو اس وہم اور اضطراب دور کرنے کے لئے فرمایا کہ ایسا ہی نشان چاہتے ہو جو تمہارے وجودوں پر وارد ہو جائے تو پھر عذاب کے نشان کی کیا حاجت ہے کیا اس مدعا کے حاصل کرنے کے لئے رحمت کا نشان کافی نہیں یعنی قرآن شریف جو تمہاری آنکھوں کو اپنے پر نور اور تیز شعاعوں سے خیرہ کر رہا ہے اور اپنی ذاتی خوبیاں اور اپنے حقائق اور معارف اور اپنی خوق العادت خواص اس قدر دکھلا رہا ہے جس کے مقابلہ و معارضہ سے تم عاجز رہ گئے ہو اور تم پر اور تمہاری قوم پر ایک خارق عادت اثر ڈال رہا ہے ❊ اور دلوں پر وارد ہو کر عجیب در عجیب تبدیلیاں دکھلا رہا ہے ۔

❊ یہ تمام خارق عادت خاصیتیں قرآن شریف کی جن کی رو سے وہ معجزہ کہلاتا ہے ان مفصلہ ذیل سورتوں میں بہ تفصیل ذیل کہتے ہیں۔ سورۃ البقر۔ سورۃ اٰل عمران۔ سورۃ النسا۔

مدتہائے دراز کے مردے اُس سے زندہ ہوتے چلے جاتے ہیں اور مادر زاد اندھے

سورۃ المائدہ ۔ سورۃ الانعام ۔ سورۃ الاعراف ۔ سورۃ الانفال ۔ سورۃ التوبہ ۔ سورۃ یونس ۔
سورۃ ہود ۔ سورۃ الرعد ۔ سورۃ ابراہیم ۔ سورۃ الحجر ۔ سورۃ الواقعہ ۔ سورۃ النحل ۔ سورۃ الحج ۔
سورۃ البینہ ۔ سورۃ المجادلہ ۔ چنانچہ بطور نمونہ چند آیات یہ ہیں فرماتا ہے عزّوجل یَهْدِیْ
بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلَامِ وَیُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ
شِفَاءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۔ اَنْزَلَ
مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ اَوْدِیَةٌ بِقَدَرِهَا ۔ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ
مُخْضَرَّةً تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُهُمْ
وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ
الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۔ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ لِیُثَبِّتَ
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِیْنَ ۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۔
فِیْهَا كُتُبٌ قَیِّمَةٌ ۔ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا
الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا ۝ یعنی
قرآن کے ذریعے سے سلامتی کے راہوں کی ہدایت ملتی ہے اور لوگ ظلمت سے نور کی طرف
نکالے جاتے ہیں وہ ہر ایک اندرونی بیماری کو اچھا کرتا ہے خدا نے ایک ایسا پانی اُتارا ہے
جس سے مردہ زمین زندہ ہو رہی ہے ایسا پانی اتارا جس سے ہر ایک وادی بقدر اپنی وسعت
کے بہ نکلا ہے ایسا پانی اتارا جس سے گلی سڑی ہوئی زمین سرسبز ہو گئی ۔ اس سے خدا خوف
بندوں کی جلدیں کانپتی ہیں پھر ان کی جلدیں اور اُنکے دل ذکر الٰہی کے لئے نرم ہو جاتے ہیں
یاد رکھو کہ قرآن سے دل اطمینان پکڑتے ہیں جو لوگ قرآن کے تابع ہو جائیں اُن کے دلوں
میں ایمان لکھا جاتا ہے اور روح القدس اُنہیں ملتا ہے روح القدس نے ہی قرآن کو اُتارا
تا قرآن ایمان داروں کے دلوں کو مضبوط کرے اور مسلمین کے لئے ہدایت اور بشارت کا
نشان ہو ہم نے ہی قرآن کو اُتارا ہے اور ہم ہی اُس کی حفاظت کرنے والے ہیں ۔ یعنی کیا
صورت کے لحاظ سے اور کیا خاصیت کے لحاظ سے ہمیشہ قرآن اپنی حالت اصلی پر رہیگا
اور الٰہی حفاظت کا اُس پر سایہ ہوگا ۔ پھر فرمایا کہ قرآن میں تمام معارف و حقائق و
صداقتیں ہیں جو حقانی کتابوں میں پائی جاتی ہیں ۔ اور اس کی مثل بنانے پر کوئی
انسان و جن قادر نہیں اگرچہ اس کام کے لئے باہم مدد و معاون ہو جائیں ۔

جو بے شمار پشتوں سے اندھے ہی چلے آتے تھے آنکھیں کھول رہے ہیں اور کفر اور الحاد کی طرح طرح کی بیماریاں اُس سے اچھی ہوتی چلی جاتی ہیں اور تعصب کے سخت جذامی اس سے صاف ہوتے جاتے ہیں اُس سے نور ملتا ہے اور ظلمت دور ہوتی ہے اور وصل آلہی میسر آتا ہے اور اس کے علامات پیدا ہوتے ہیں سو تم کیوں اس رحمت کے نشان کو چھوڑ کر جو ہمیشہ کی زندگی بخشتا ہے عذاب اور موت کا نشان مانگتے ہو۔ پھر بعد اس کے فرمایا کہ یہ قوم تو جلدی سے عذاب ہی مانگتی ہے رحمت کے نشانوں سے فائدہ اُٹھانا نہیں چاہتی اُن کو کہدے کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ عذاب کی نشانیاں وابستہ باوقات ہوتی ہیں تو یہ عذابی نشانیاں بھی کب کی نازل ہو گئی ہوتیں اور عذاب ضرور آئیگا اور ایسے وقت میں آئیگا کہ اُن کو خبر بھی نہیں ہوگی *

اب انصاف سے دیکھو کہ اس آیت میں کہاں معجزات کا انکار پایا جاتا ہے یہ آیتیں تو بآواز بلند پکار رہی ہیں کہ کفار نے ہلاکت اور عذاب کا نشان مانگا تھا سو وہ انہیں کہا گیا کہ دیکھو تم میں زندگی بخش نشان موجود ہے یعنی قرآن جو تم بردارد ہو کر تمہیں ہلاک کرنا نہیں چاہتا بلکہ ہمیشہ کی حیات بخشتا ہے مگر جب عذاب کا نشان تم پر وارد ہوا تو وہ تمہیں ہلاک کریگا پس کیوں تم ناحق اپنا مرنا ہی چاہتے ہو اور اگر تم عذاب ہی مانگتے ہو تو یاد رکھو کہ وہ بھی جلد آئیگا پس اللہ جلشانہ نے ان آیات میں عذاب کے نشان کا وعدہ دیا اور قرآن شریف میں جو رحمت کے نشان ہیں اور دلوں پر وارد ہو کر اپنا خارق عادت اثر اُن پر ظاہر کرتے ہیں اُن کی طرف توجہ دلائی۔ پر معترض کا یہ گمان کہ اس آیت میں لا نافیہ جنس معجزات کی نفی پر دلالت کرتا ہے جس سے کل معجزات کی نفی لازم آتی ہے محض صرف و نحو سے ناواقفیت کی وجہ سے ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ نفی کا اثر اُسی حد تک محدود ہوتا ہے جو متکلم کے ارادہ میں متعین ہوتی ہے خواہ وہ ارادہ تصریحاً بیان کیا گیا ہو یا اشارۃً مثلاً کوئی کہے کہ اب سردی کا نام و نشان باقی نہیں رہا تو ظاہر ہے کہ اُس نے اپنی بلدہ کی حالت موجودہ کے موافق کہا ہے اور گو اُس نے یہ ظاہر اپنے شہر کا نام بھی نہیں لیا مگر اُس کے کلام سے یہ سمجھنا کہ اُس کا یہ دعوےٰ ہے کہ کل کوہستانی ملکوں سے بھی سردی جاتی رہی اور سب جگہ سخت اور تیز دھوپ پڑنے لگی اور اُس کی دلیل یہ پیش کرنا کہ جس لا کو اُس نے استعمال کیا ہے وہ نفی جنس کا لا ہے جس کا تمام جہان پر اثر پڑنا چاہئے درست نہیں۔ مکہ کے مغلوب

بُت پرست جنہوں نے آخر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور آنجناب کے معجزات کو معجزہ کر کے مان لیا اور جو کفر کے زمانہ میں بھی صرف خشک منکر نہیں تھے بلکہ روم و ایران میں بھی جا کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو متعجبانہ خیال سے ساحر مشہور کرتے تھے اور گو بیجا پیرایوں میں ہی سہی مگر نشانوں کا اقرار کر لیا کرتے تھے جن کے اکثر اقرار قرآن شریف میں موجود ہیں وہ اپنے ضعیف اور کمزور کلام میں جو انوار ساطعہ نبوت محمدیہ کے نیچے دبے ہوئے تھے کیوں لا نافیہ استعمال کرنے لگے اگر انکو ایسا ہی لمبا چوڑا انکار ہوتا تو وہ بالآخر نہایت درجہ کے یقین سے جو انہوں نے اپنے خونوں کے بہانے اور اپنی جانوں کے فدا کرنے سے ثابت کر دیا تھا مشرف بالاسلام کیوں ہو جاتے اور کفر کے ایام میں جو اُن کے بار بار کلمات قرآن شریف میں درج ہیں وہ یہی ہیں کہ وہ اپنی کوتہ بینی کے دھوکہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام ساحر رکھتے تھے جیسا کہ اللہ جلشانہٗ فرماتا ہے وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَةً یُّعْرِضُوْا وَیَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ یعنی جب کوئی نشان دیکھتے ہیں تو مُنھ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ پکا جادو ہے پھر دوسری جگہ فرماتا ہے وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ الْکٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ کَذَّابٌ یعنی انہوں نے اس بات سے تعجب کیا کہ انہیں میں سے ایک شخص اُن کی طرف بھیجا گیا اور بے ایمانوں نے کہا کہ یہ تو جادوگر کذاب ہے - اب ظاہر ہے کہ جبکہ وہ نشانوں کو دیکھ کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جادوگر کہتے تھے اور پھر اُس کے بعد انہیں نشانوں کو معجزہ کر کے مان بھی لیا اور جزیرہ کا جزیرہ مسلمان ہو کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاک معجزات کا ہمیشہ کے لئے سچے دل سے گواہ بن گیا تو پھر ایسے لوگوں سے کیونکر ممکن ہے کہ وہ عام طور پر نشانوں سے صاف منکر ہو جاتے اور انکار معجزات میں ایسا لا نافیہ استعمال کرتے جو اُن کی حد حوصلہ سے باہر اور اُن کی سرشت سے بعید تھا بلکہ قرائن سے آفتاب کی طرح ظاہر ہے کہ جس جس جگہ پر قرآن شریف میں کفار کی طرف سے یہ اعتراض لکھا گیا ہے کہ کیوں اس پیغمبر پر کوئی نشانی نہیں اُتری ساتھ ہی یہ بھی تبلا دیا گیا ہے کہ ان کا مطلب یہ ہے کہ جو نشانیاں ہم مانگتے ہیں اُن میں کوئی نشانی کیوں نہیں اُترتی* اب قصہ کوتاہ یہ کہ آپ نے آیت متذکرہ بالا کے لا نافیہ کو قرائن کی حد سے زیادہ کھینچ دیا ہے - ایسا لا نافیہ

* واضح ہو کہ قرآن شریف میں نشان مانگنے کے سوالات کفار کی طرف سے صرف ایک دو جگہ نہیں بلکہ کئی مقامات میں یہی سوال کیا گیا ہے اور ان سب مقامات کو بنظر یکجائی دیکھنے

عربوں کے کبھی خواب میں بھی نہیں آیا ہوگا اُن کے دل تو اسلام کی حقیقت سمجھنے پتھر سے
سے ثابت ہوتا ہے کہ کفار مکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے تین قسم کے نشان مانگا کرتے
تھے (۱) وہ نشان جو عذاب کی صورت میں فقط اپنے اقتراح سے کفار مکہ نے طلب کئے تھے
(۲) دوسرے وہ نشان جو عذاب کی صورت میں یا مقدمۂ عذاب کی صورت میں پہلی اُمتوں پر
وارد کئے گئے تھے (۳) تیسرے وہ نشان جس سے پردہ غیبی بکلی اُٹھ جائے جس کا اُٹھ جانا
ایمان بالغیب کی بکلی برخلاف ہے سو عذاب کے نشان ظاہر ہونے کے لئے جو سوال کئے گئے ہیں اُنکا
جواب تو قرآن شریف میں یہی دیا گیا ہے کہ تم منتظر رہو عذاب نازل ہوگا ہاں ایسی صورت کا عذاب
نازل کرنے سے انکار کیا گیا ہے جس کی پہلی تکذیب ہو چکی ہے تاہم عذاب نازل ہونے کا
وعدہ دیا گیا ہے جو آخر غزوات کے ذریعہ سے پورا ہو گیا لیکن تیسری قسم کا نشان دکھلانے سے
بکلی انکار کیا گیا ہے اور خود ظاہر ہے کہ ایسے سوال کا جواب انکار ہی تھا نہ اور کچھ کیونکہ کفار
کہتے تھے کہ ہم تب ایمان لاوینگے کہ جب ہم ایسا نشان دیکھیں کہ زمین سے آسمان تک ایک نردبان
رکھی جائے اور تو ہمارے دیکھتے دیکھتے اُس نردبان کے ذریعہ سے زمین سے آسمان پر چڑھ
جائے اور فقط تیرا آسمان پر چڑھنا ہم ہرگز قبول نہیں کرینگے جب تک آسمان سے ایک
ایسی کتاب نہ لادے جس کو ہم پڑھ لیں اور پڑھیں بھی اپنے ہاتھ میں لیکر یا تو ایسا کر کہ مکہ
کی زمین میں جو ہمیشہ پانی کی تکلیف رہتی ہے شام اور عراق کے ملک کی طرح نہریں جاری
ہو جائیں اور جس قدر ابتداء دنیا سے آج تک ہمارے بزرگ مر چکے ہیں سب زندہ ہو کر آجائیں
اور اُس میں قصی بن کلاب بھی ہو کیونکہ وہ بڈھا ہمیشہ سچ بولتا تھا اُس سے ہم پوچھینگے کہ تیرا دعوےٰ
حق ہے یا باطل یہ سخت سخت خود تراشیدہ نشان تھے جو وہ مانگتے تھے اور پھر بھی نہ صاف
طور پر بلکہ شرط پر شرط لگانے سے جن کا ذکر قرآن شریف میں جابجا آیا ہے پس سوچنے والے
کے لئے عرب کے شریروں کی ایسی درخواستیں ہمارے سید و مولےٰ نبی صلے اللہ علیہ وسلم
کے معجزات ظاہرہ و آیات بینہ رسولانہ ہیئت پر صاف اور کھلی کھلی دلیل ہے
خدا جانے ان دل کے اندھوں کو ہمارے مولےٰ و آقا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم
کے انوار صداقت نے کس درجہ تک عاجز و تنگ کر رکھا تھا اور کیا کچھ آسمانی تائیدات
و برکات کی بارشیں ہو رہی تھیں کہ جن سے خیرہ ہو کر اور جن کی ہیبت سے منہ پھیر کر سراسر
ٹالنے اور بھاگنے کی غرض سے ایسی دور از صواب درخواستیں پیش کرتے تھے ظاہر ہے
کہ اس قسم کے معجزات کا دکھلانا ایمان بالغیب کی حد سے باہر ہے یوں تو اللہ جلشانہٗ قادر ہے
کہ زمین سے آسمان تک زینہ رکھدیوے جس کو سب لوگ دیکھ لیویں اور دو چار ہزار کیا دو چار

ہوئے تھے تب ہی تو سب کے سب بجز معدودے چند کہ جو اُس عذاب کو پہنچ گئے تھے جس کا اُن کو وعدہ دیا گیا تھا۔ بالآخر مشرف بالاسلام ہو گئے تھے اور یاد رہے کہ ایسا لا نافیہ حضرت مسیح کے کلام میں بھی پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے۔ فریسیوں نے مسیح کے نشانات طلب کئے اُس نے آہ کھینچ کر کہا کہ اس زمانہ کے لوگ کیوں نشان چاہتے ہیں میں تم سے سچ کہتا ہوں اِس زمانہ کے لوگوں کو کوئی نشان نہیں دیا جائیگا دیکھو مرقس باب ۸ ۔ ۱۱ +

اب دیکھو کیسا حضرت مسیح نے صفائی سے انکار کر دیا ہے اگر غور فرمائیں تو آپکا اعتراض اس اعتراض کے آگے کچھ بھی چیز نہیں کیونکہ آپنے فقط کفار کا انکار پیش کیا اور وہ بھی نہ عام انکار بلکہ خاص نشانات کے بارے میں اور ظاہر ہے کہ دشمن کا انکار بکلی قابل اطمینان نہیں ہوتا کیونکہ دشمن خلاف واقعہ بھی کہ جاتا ہے مگر حضرت مسیح تو آپ اپنے منہ سے معجزات کے دکھلانے سے انکار کر رہے ہیں اور نفی صدور معجزات کو زمانہ کے ساتھ متعلق کر دیا ہے اور فرماتے ہیں کہ اس زمانے کے لوگوں کو کوئی نشان دیا نہ جائیگا پس اِس سے بڑھکر انکار معجزات کے بارے میں اور کونسا بیان واضح ہو سکتا ہے اور اس لا نافیہ سے بڑھکر اور کونسا لا نافیہ ہوگا +

پھر دوسری آیت کا ترجمہ پیش کیا گیا ہے اس میں بھی سیاق سباق کی آیتوں سے بالکل الگ کر کے اس پر اعتراض وارد کر دیا ہے مگر اصل آیت اور اس کے متعلقات پر نظر ڈالنے سے ہر ایک منصف بصیر سمجھ سکتا ہے کہ آیت میں ایک بھی ایسا لفظ نہیں ہے کہ جو انکار معجزات پر دلالت کرتا ہو بلکہ تمام الفاظ صاف بتلا رہے ہیں کہ ضرور معجزات ظہور میں آئے چنانچہ وہ آیت معہ اُس کے دیگر آیات متعلقہ کے یہ ہے وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱

مُردہ آدمیوں کو زندہ کر کے اُن کے منہ سے ان کی اولاد کے سامنے صدق نبوت کی گواہی دلا دیوے یہ سب کچھ وہ کر سکتا ہے مگر ذرا سوچ کر دیکھو کہ اس انکشاف تام سے ایمان بالغیب جو مدار ثواب اور اجر ہے دور ہو جاتا ہے اور دنیا نمونہ محشر ہو جاتی ہے پس جس طرح قیامت کے میدان میں جو انکشاف تام کا وقت ہوگا ایمان کام نہیں آتا اسی طرح اس انکشاف تام سے بھی ایمان لانا کچھ مفید نہیں بلکہ ایمان اسی حد تک ایمان کہلاتا ہے کہ جب کچھ اخفا بھی باقی رہے جب سارے پردے کھل گئے تو پھر ایمان ایمان نہیں رہتا اسی وجہ سے سارے نبی ایمان بالغیب کی رعایت سے معجزے دکھلاتے رہے ہیں کبھی کسی نبی نے ایسا نہیں کیا کہ ایک شہر کا شہر زندہ کر کے اُنسے اپنی نبوت کی گواہی دلا دیوے یا آسمان تک نردبان لگا کر اور سب کے روبرو چڑھکر تمام دنیا کو تماشا دکھلاوے +

قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝ وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ۭ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ۭ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ۝ فرماتا ہے عزوجل کہ یوں تو قیامت سے پہلے ہر ایک بستی کو ہم نے ہی ہلاک کرنا ہے یا عذاب شدید نازل کرنا ہے یہی کتاب میں منسج ہو چکا ہے مگر اس وقت ہم بعض اُن گذشتہ قہری نشانوں کو (جو عذاب کی صورت میں پہلی امتوں پر نازل ہو چکے ہیں) اس لئے نہیں بھیجتے جو پہلی امت کے لوگ اس کی تکذیب کر چکے ہیں چنانچہ ہم نے ثمود کو بطور نشان کے جو مقدمہ عذاب کا تھا ناقہ دیا جو حق نما نشان تھا جس پر انہوں نے ظلم کیا یعنی وہی ناقہ جس کی بسیار خوری اور بسیار نوشی کی وجہ سے شہر حجر کے باشندوں کے لئے جو قوم ثمود میں سے تھے۔ پانی تالاب وغیرہ کا پینے کے لئے باقی رہا تھا اور نہ اُن کے مویشی کے لئے کوئی چراگاہ رہی تھی اور ایک سخت تکلیف اور رنج اور بلا میں گرفتار ہو گئی تھی) اور قہری نشانوں کے نازل کرنے سے ہماری غرض یہی ہوتی ہے کہ لوگ اُن سے ڈریں یعنی قہری نشان تو صرف تخویف کے لئے دکھلائے جاتے ہیں پس ایسے قہری نشانوں کے طلب کرنے سے کیا فائدہ جو پہلی اُمتوں نے دیکھ کر انہیں جھٹلا دیا اور انکے دیکھنے سے کچھ بھی خائف و ہراسان نہ ہوئے۔

اس جگہ واضح ہو کہ نشان دو قسم کے ہوتے ہیں (۱) نشان تخویف و تعذیب جن کو قہری نشان بھی کہہ سکتے ہیں (۲) نشان تبشیر و تسکین جن کو نشان رحمت سے بھی موسوم کر سکتے ہیں۔ تخویف کے نشان سخت کافروں اور کج دلوں اور نافرمانوں اور بے ایمانوں اور فرعونی طبیعت والوں کے لئے ظاہر کئے جاتے ہیں تا وہ ڈریں اور خدا تعالیٰ کی قہری اور جلالی ہیبت اُن کے دلوں پر طاری ہو۔ اور تبشیر کے نشان اُن حق کے طالبوں اور مخلص مومنوں اور سچائی کے متلاشیوں کے لئے ظہور پذیر ہوتے ہیں جو دل کی غربت اور فروتنی سے کامل یقین اور زیادت ایمان کے طلبگار ہیں اور تبشیر کے نشانوں سے ڈرانا اور دھمکانا مقصود نہیں ہوتا بلکہ اپنے اُن مطیع بندوں کو مطمئن کرنا اور ایمانی اور یقینی حالات میں ترقی دینا اور اُن کے مضطرب سینہ پر دست شفقت و تسلی رکھنا مقصود ہوتا ہے۔ سو مومن قرآن شریف کے وسیلہ سے ہمیشہ تبشیر کے نشان پاتا رہتا ہے اور ایمان اور یقین میں ترقی کرتا جاتا ہے۔ تبشیر کے نشانوں سے مومن کو تسلی ملتی ہے اور وہ اضطراب جو فطرتاً انسان میں ہے جاتا رہتا ہے اور سکینت دل پر نازل ہوتی ہے۔

مومن ببرکت اتباع کتاب اللہ اپنی عمر کے آخری دن تک تبشیر کے نشانوں کو پاتا رہتا ہے اور تسکین اور آرام بخشنے والے نشان اس پر نازل ہوتے رہتے ہیں تا وہ یقین اور معرفت میں بے نہایت ترقیاں کرتا جائے اور حق الیقین تک پہنچ جائے اور تبشیر کے نشانوں میں ایک لطف یہ ہوتا ہے کہ جیسے مومن اُن کے نزول سے یقین اور معرفت اور قوت ایمان میں ترقی کرتا ہے ایسا ہی وہ بوجہ مشاہدہ آلاء و نعماء الٰہی و احسانات ظاہرہ و باطنہ و جلیہ و خفیہ حضرت باری عز اسمہ جو تبشیر کے نشانوں میں بھرے ہوئے ہوتے ہیں محبت و عشق میں بھی دن بدن بڑھتا جاتا ہے سو حقیقت میں عظیم الشان اور قوی الاثر اور مبارک اور موصل الی المقصود تبشیر کے نشان ہی ہوتے ہیں جو سالک کو معرفت کاملہ اور محبت ذاتیہ کی اس مقام تک پہنچا دیتے ہیں جو اولیاء اللہ کے لئے منتہی المقامات ہے اور قرآن شریف میں تبشیر کے نشانوں کا بہت کچھ ذکر ہے یہاں تک کہ اس نے ان نشانوں کو محدود نہیں رکھا بلکہ ایک دائمی وعدہ دیدیا ہے کہ قرآن شریف کے سچے متبع ہمیشہ اُن نشانوں کو پاتے رہینگے جیسا کہ وہ فرماتا ہے لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ یعنی ایماندار لوگ دنیوی زندگی اور آخرت میں بھی تبشیر کے نشان پاتے رہینگے جن کے ذریعہ سے وہ دنیا اور آخرت میں معرفت اور محبت کے میدانوں میں ناپیداکنار ترقیاں کرتے جائینگے۔ یہ خدا کی باتیں ہیں جو کبھی نہیں ٹلینگی اور تبشیر کے نشانوں کو پالینا یہی فوز عظیم ہے (یعنی یہی ایک امر ہے جو محبت اور معرفت کے منتہی مقام تک پہنچا دیتا ہے) ✣

اب جاننا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ نے اس آیت میں جو معترض نے بصورت اعتراض پیش کی ہے صرف تخویف کے نشانوں کا ذکر کیا ہے جیسا کہ آیت وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا سے ظاہر ہو رہا ہے کیونکہ اگر خدا تعالیٰ کے کل نشانوں کو تہدیدی نشانوں میں ہی محصور سمجھ کر اس آیت کے یہ معنی کئے جائیں کہ ہم تمام نشانوں کو محض تخویف کی غرض سے ہی بھیجا کرتے ہیں اور کوئی دوسری غرض نہیں ہوتی تو یہ معنی بہ بداہت باطل ہیں جیسا کہ ابھی بیان ہو چکا ہے کہ نشان دو غرضوں سے بھیجے جاتے ہیں یا تخویف کی غرض سے یا تبشیر کی غرض سے انہیں دو قسموں کو قرآن شریف اور بائبل بھی جابجا ظاہر کر رہی ہے پس جبکہ نشان دو

قسم کے ہوئے تو آیت ممدوحہ بالا میں جو لفظ الایات ہے (جس کے معنی وہ نشانات)
بہر حال اسی تاویل پر بصحت منطبق ہوگا کہ نشانوں سے قہری نشان مراد ہیں کیونکہ
اگر یہ معنی نہ لئے جائیں تو پھر اس سے یہ لازم آتا ہے کہ تمام نشانات جو تحت قدرت
الٰہی داخل ہیں تخویف کے قسم میں ہی محصور ہیں حالانکہ فقط تخویف کی قسم میں ہی
سارے نشانوں کا حصر سمجھنا سراسر خلاف واقعہ ہے کہ جو نہ کتاب اللہ کی رو سے
اور نہ عقل کی رو سے اور نہ کسی پاک دل کے کانشنس کی رو سے درست ہو سکتا
ہے *

اب چونکہ اس بات کا صاف فیصلہ ہو گیا کہ نشانوں کے دو قسموں میں سے
صرف تخویف کے نشانوں کا آیات موصوفہ بالا میں ذکر ہے تو یہ دوسرا امر تنقیح طلب
باقی رہا کہ کیا اس آیت کے (جو مامنعنا الخ ہے) یہ معنی سمجھنے چاہئیں کہ تخویف
کا کوئی نشان خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ظاہر
نہیں کیا یا یہ معنی سمجھنے چاہئیں کہ تخویف کے نشانوں میں سے وہ نشان
ظاہر نہیں کئے گئے جو پہلی امتوں کو دکھلائے گئے تھے۔ اور یا یہ تیسرے معنی
قابل اعتبار ہیں کہ دونو قسم کے تخویف کے نشان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے
ہاتھ سے ظاہر ہوتے رہے ہیں بجز اُن خاص قسم کے بعض نشانوں کے جن کو پہلی پہلی
اُمتوں نے دیکھ کر جھٹلایا تھا اور ان کو معجزہ نہیں سمجھا تھا *

سو واضح ہو کہ آیات متنازعہ فیہا پر نظر ڈالنے سے بہ تمام تر صفائی کھل جاتا ہے
کہ پہلے اور دوسرے معنی کسی طرح درست نہیں۔ کیونکہ آیت ممدوحہ بالا کے یہ سمجھ لینا
کہ تمام انواع و اقسام کے وہ تخویفی نشان جو ہم بھیج سکتے ہیں اور تمام وہ وراء الورا تخویفی
نشان جن کے بھیجنے پر غیر محدود طور پر ہم قادر ہیں اسلئے ہم نے نہیں بھیجے کہ پہلی اُمتیں
اُس کی تکذیب کر چکی ہیں یہ معنی سراسر باطل ہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ پہلی امتوں نے
انہیں نشانوں کی تکذیب کی جو انہوں نے دیکھے تھے وجہ یہ کہ تکذیب کے لئے یہ ضرور
ہے کہ جس چیز کی تکذیب کی جائے اول اس کا مشاہدہ بھی ہو جائے جس نشان کو
ابھی دیکھا ہی نہیں اس کی تکذیب کیسی حالانکہ نادیدہ نشانوں میں سے ایسے
اعلےٰ درجے کے نشان بھی تحت قدرت باری تعالےٰ ہیں جس کی کوئی انسان تکذیب
نہ کر سکے اور سب گردنیں اُن کی طرف جھک جائیں کیونکہ خدا تعالےٰ ہر ایک رنگ
کا نشان دکھلانے پر قادر ہے اور پھر چونکہ نشانہائے قدرت باری غیر محدود اور

غیر متناہی ہیں تو پھر یہ کہنا کیونکر درست ہو سکتا ہے کہ محدود زمانہ میں وہ سب دیکھے بھی گئے اور اُن کی تکذیب بھی ہو گئی وقت محدود میں تو وہی چیز دیکھی جائیگی جو محدود ہو گی بہر حال اس آیت کے یہی معنی صحیح ہونگے کہ جو بعوض نشانات پہلے کفار دیکھ چکے تھے اور ان کی تکذیب کر چکے تھے اُن کا دوبارہ بھیجنا عبث سمجھا گیا جیسا کہ قرینہ بھی انہی معنوں پر دلالت کرتا ہے یعنی اس موقعہ پر جو ناقہ ثمود کا خدا تعالےٰ نے ذکر کیا وہ ذکر ایک بھاری قرینہ اس بات پر ہے کہ اس جگہ گذشتہ اور رد کردہ نشانات کا ذکر ہے جو تخویف کے نشانوں میں سے تھے اور یہی تیسرے معنی ہیں جو صحیح اور درست ہیں ۔

پھر اس جگہ ایک اور بات منصفین کے سوچنے کے لائق ہے جس سے اُن پر ظاہر ہو گا کہ آیت وما منعنا ان نرسل بالآیات الخ سے ثبوت معجزات ہی پایا جاتا ہے نہ نفی معجزات کیونکہ الآیات کے لفظ پر جو الف لام واقعہ ہے وہ بموجب قواعد نحو کے دو صورتوں سے خالی نہیں یا کل کے معنی دیگا یا خاص کے اگر کل کے معنی دیگا تو یہ معنی کئے جائینگے کہ ہمیں کل معجزات کے بھیجنے سے کوئی امر مانع نہیں ہوا مگر اگلوں کا اُن کو تو جھٹلانا اور اگر خاص کے معنی دیگا تو یہ معنی ہونگے کہ ہمیں ان خاص نشانیوں کے بھیجنے سے (جنہیں منکر طلب کرتے ہیں) کوئی امر مانع نہیں ہوا مگر یہ کہ ان نشانیوں کو اگلوں نے جھٹلایا بہر حال اِن دونوں صورتوں میں نشانوں کا آنا ثابت ہوتا ہے کیونکہ اگر یہ معنی ہوں کہ ہم نے ساری نشانیاں بوجہ تکذیب اُمم گزشتہ نہیں بھیجیں تو اس سے بعض نشانوں کا بھیجنا ثابت ہوتا ہے جیسے مثلاً اگر کوئی کہے کہ میں نے اپنا سارا مال زید کو نہیں دیا تو اُس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اُس نے کچھ حصہ اپنے مال کا زید کو ضرور دیا ہے اور اگر یہ معنی لیں کہ بعض خاص نشان ہم نے نہیں بھیجے تو بھی بعض دیگر کا بھیجنا ثابت ہے مثلاً اگر کوئی کہے کہ بعض خاص چیزیں میں نے زید کو نہیں دیں تو اُس سے صاف پایا جائیگا کہ بعض دیگر ضرور دی ہیں بہر حال جو شخص اوّل اِس آیت کے سیاق و سباق کی آیتوں کو دیکھے کہ کیسی وہ دونو طرف سے عذاب کے نشانوں کا قصہ بتلا رہی ہیں اور پھر ایک دوسری نظر اٹھا دے اور خیال کرے کہ کیا یہ معنی صحیح اور قرین قیاس ہیں کہ خدا تعالےٰ کے تمام نشانوں اور عجائب کاموں کی جو اُس کی بے انتہا قدرت سے وقتاً فوقتاً

پیدا ہونے والے اور غیر محدود ہیں پہلے لوگ اپنے محدود زمانہ میں تکذیب کر چکے ہوں اور پھر ایک تیسری نظر منصفانہ سے کام لیکر سوچے کہ کیا اس جگہ تخویف کے نشانوں کا ایک خاص بیان ہے یا تبشیر اور رحمت کے نشانوں کا بھی کچھ ذکر ہے اور پھر ذرا چوتھی نگاہ الایات کے ال پر بھی ڈال دیوے کہ وہ کن معنوں کا افادہ کر رہا ہے تو اس چار طور کی نظر کے بعد بجز اس کے کہ کوئی تعصب کے باعث حق پسندی سے بہت دُور جا پڑا ہو - ہر ایک شخص اپنے اندر سے نہ ایک شہادت بلکہ ہزاروں شہادتیں پائے گا کہ اس جگہ نفی کا حرف صرف نشانوں کے ایک قسم خاص کی نفی کے لئے آیا ہے جس کا دوسرے اقسام پر کچھ اثر نہیں بلکہ اُس سے اُن کا متحقق الوجود ہونا ثابت ہو رہا ہے اور ان آیات میں نہایت صفائی سے اللہ جلشانہ بتلا رہا ہے کہ اس وقت تخویفی نشان جن کی یہ لوگ درخواست کرتے ہیں صرف اس وجہ سے نہیں بھیجے گئے کہ پہلی اُمتیں ان کی تکذیب کر چکی ہیں سو جو نشان پہلے روکے گئے اب بار بار انہیں کو نازل کرنا کمزوری کی نشانی ہے اور غیر محدود قدرتوں والے کی شان سے بعید پس ان آیات میں یہ صاف اشارہ ہے کہ عذاب کے نشان ضرور نازل ہونگے مگر اور رنگوں میں یہ کیا ضرورت ہے کہ وہی نشان حضرت موسٰے کے یا وُہی نشان حضرت نوحؑ اور قوم لوطؑ اور عادؑ اور ثمودؑ کے ظاہر کئے جائیں چنانچہ ان آیات کی تفصیل دوسری آیات میں زیادہ تر کی گئی ہے جیساکہ اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے۔ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَاۤ اُوْتِىَ رُسُلُ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ قُلْ اِنِّىْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّىْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِىْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِيْنَ ۝ قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِىَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَاۤ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ؕ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۝ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰۤى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ۝ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ۔ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ۝

وَيَسْتَنْبِئُونَكَ اَحَقٌّ هُوَ قُلْ اِىْ وَرَبِّىْ اِنَّهٗ لَحَقٌّ وَمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ○ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِى الْاٰفَاقِ وَفِىْ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ○ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ۭ سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِىْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ○

یعنی یہ لوگ تمام نشانوں کو دیکھ کر ایمان نہیں لاتے پھر جب تیرے پاس آتے ہیں تو تجھ سے لڑتے ہیں اور جب کوئی نشان پاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم کبھی نہیں مانینگے جب تک ہمیں خود ہی وہ باتیں حاصل نہ ہوں جو رسولوں کو ملتی ہیں کہہ میں کامل ثبوت لیکر اپنے رب کی طرف سے آیا ہوں اور تم اس ثبوت کو دیکھتے ہو اور پھر تکذیب کر رہے ہو۔ جس چیز کو تم جلدی سے مانگتے ہو (یعنی عذاب) وہ تو میرے اختیار میں نہیں حکم اخیر صادر کرنا تو خدا ہی کا منصب ہے وہی حق کو کھول دیگا اور وہی خیر الفاصلین ہے جو ایک دن میرا اور تمہارا فیصلہ کر دیگا۔ خدا نے میری رسالت پر روشن نشان تمہیں دئے ہیں سو جو اُن کو شناخت کرے اُس نے اپنے ہی نفس کو فائدہ پہنچایا اور جو اندھا ہو جائے اُس کا وبال بھی اُسی پر ہے میں تو تم پر نگہبان نہیں۔ اور تجھ سے عذاب کے لئے جلدی کرتے ہیں۔ کہ وہی پروردگار اِس بات پر قادر ہے کہ اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے کوئی عذاب تم پر بھیجے اور چاہے تو تمہیں دو فریق بنا کر ایک فریق کی لڑائی کا دوسرے کو مزہ چکھا دے۔ اور یہ کہ سب خوبیاں اللہ کے لئے ہیں وہ تمہیں ایسے نشان دکھائیگا جنہیں تم شناخت کر لوگے۔ اور کہ تمہارے لئے ٹھیک ایک برس کی میعاد ہے *۔ نہ اس سے تم تاخیر کر سکوگے نہ تقدیم۔ اور تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ سچ بات ہے۔ کہ ہاں مجھے قسم ہے اپنے رب کی کہ یہ سچ ہے اور تم خدا تعالےٰ کو اُس کے وعدوں سے روک نہیں سکتے ہم عنقریب اُن کو اپنے نشان دکھلائینگے ان کے ملک کے اردگرد میں اور خود اُن میں بھی یہاں تک کہ اُن پر کھل جائیگا کہ یہ نبی سچا ہے انسان کی فطرت میں جلدی ہے میں عنقریب تمہیں اپنے نشان دکھلاؤنگا سو تم مجھ سے جلدی تو مت کرو۔

اب دیکھو کہ اِن آیات میں نشانات مطلوبہ کے دکھلانے کے بارے میں کیسے صاف اور پختہ وعدے دئے گئے ہیں یہاں تک کہ یہ بھی کہا گیا کہ ایسے کھلے کھلے نشان

* یوم سے مراد اس جگہ برس ہے چنانچہ بائبل میں بھی یہ محاورہ پایا جاتا ہے سو پورے برس کے بعد بدر کی لڑائی کا عذاب مکہ والوں پر نازل ہوا جو پہلی لڑائی تھی۔

دکھلائے جائینگے کہ تم ان کو شناخت کر لوگے۔ اور اگر کوئی کہے کہ یہ تو ہم نے مانا کہ عذاب کے نشانوں کے بارے میں جابجا قرآن شریف میں وعدے دئے گئے ہیں کہ وہ ضرور کسی دن دکھلائے جائینگے اور یہ بھی ہم نے تسلیم کیا کہ وہ سب وعدے اُس زمانہ میں پورے بھی ہو گئے کہ جبکہ خدا تعالے نے اپنی خداوندی قدرت دکھلا کر مسلمانوں کی کمزوری اور ناتوانی کو دور کر دیا اور معدودے چند سے ہزارہا تک اُن کی نوبت پہنچادی اور اُن کے ذریعہ سے اُن تمام کفار کو تہ تیغ کیا جو مکہ میں اپنی سرکشی اور جور و جفا کے زمانہ میں نہایت تکبر سے عذاب کا نشان مانگا کرتے تھے لیکن اس بات کا ثبوت قرآن شریف سے کہاں ملتا ہے کہ بجز ان نشانوں کے اور بھی نشان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دکھلائے تھے سو واضح ہو کہ نشانوں کے دکھلانے کا ذکر قرآن شریف میں جابجا آیا ہے بعض جگہ اپنے پہلے نشانوں کا حوالہ بھی دیا ہے دیکھو آیت كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ الجزو نمبر ۷ سورہ انعام بعض جگہ کفار کی ناانصافی کا ذکر کر کے اُن کا اس طور کا اقرار درج کیا ہے کہ وہ نشانوں کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ وہ جادو ہے دیکھو آیت وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ الجزو نمبر ۲۷ سورۃ القمر۔ بعض جگہ جو نشانوں کے دیکھنے کا صاف اقرار منکرین نے کر دیا ہے وہ شہادتیں اُن کی پیش کی ہیں جیسا کہ فرماتا ہے وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ یعنی اُنہوں نے رسول کے حق ہونے پر گواہی دی اور کھلے کھلے نشان اُن کو پہنچ گئے اور بعض جگہ معجزات کو بتصریح بیان کر دیا ہے جیسے معجزہ شق القمر جو ایک عظیم الشان معجزہ اور خدائی قدرت کا ایک کامل نمونہ ہے جس کی تصریح اسکے کتاب سرمہ چشم آریہ میں بخوبی کر دی ہے جو شخص مفصل دیکھنا چاہے اسمیں دیکھ سکتا ہے اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ جو لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے خود تراشیدہ نشان مانگا کرتے تھے اکثر وہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نشانوں کے آخر کار گواہ بھی بنگئے تھے کیونکہ آخر وہی لوگ تو تھے جنہوں نے مشرف باسلام ہو کر دین اسلام کو مشارق و مغارب میں پھیلایا اور نیز معجزات و پیشگوئیوں کے بارے میں کتب احادیث میں اپنی رویت کی شہادتیں قلمبند کرائیں پس اس زمانہ میں ایک عجیب طرز ہے کہ ان بزرگان دین کی تو نہ مانیں زمانہ جاہلیت کے انکاروں کو بار بار پیش کرتے ہیں جن سے بالآخر خود وہ دست کش اور تائب ہو گئے تھے لیکن اُنکی اُن شہادتوں کو نہیں مانتے جو راہ راست پر آنے کے بعد انہوں نے پیش کی ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات تو چاروں طرف سے چمک رہے ہیں وہ کیونکر چھپ سکتے ہیں صرف معجزات جو صحابہ کی شہادتوں سے ثابت ہیں وہ تین ہزار معجزہ ہے اور

پیشگوئیاں تو شائد دس ہزار سے بھی زیادہ ہونگی جو اپنے وقتوں پر پوری ہو گئیں
اور ہوتی جاتی ہیں ماسوا اِس کے بعض معجزات و پیشگوئیاں قرآن شریف کی ایسی
ہیں کہ وہ ہمارے لئے بھی جو اِس زمانہ میں مشہود و محسوس کا حکم رکھتی ہیں اور کوئی
اُن سے انکار نہیں کر سکتا چنانچہ وہ یہ ہیں (۱) عذابی نشان کا معجزہ جو اُس وقت کے
کفار کو دکھلا گیا تھا یہ ہمارے لئے بھی فی الحقیقت ایسا ہی نشان ہے جس کو چشم دید کہنا
چاہئیے وجہ یہ کہ یہ نہایت یقینی مقدمات کا ایک ضروری نتیجہ ہے جس سے کوئی موافق اور
مخالف کسی صورت سے انکار نہیں کر سکتا۔ اوّل یہ مقدمہ جو بطور بنیاد معجزہ کے ہے نہایت
بدیہی اور مسلم الثبوت ہے کہ یہ عذابی نشان اس وقت مانگا گیا تھا کہ جب آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم اور چند رفیق آنجناب کے مکہ میں دعوت حق کی وجہ سے خود صدہا تکالیف اور درد وں
اور دکھوں میں مبتلا تھے اور وہ ایام دین اسلام کے لئے ایسے ضعف اور کمزوری کے دن تھے
کہ خود کفار مکہ ہنسی اور ٹھٹھے کی راہ سے مسلمانوں کو کہا کرتے تھے کہ اگر تم حق پر ہو تو اِس قدر
عذاب اور مصیبت اور دُکھ اور درد ہمارے ہاتھ سے کیوں تمہیں پہنچ رہا ہے اور وہ خدا
جس پر تم بھروسہ کرتے ہو وہ کیوں تمہاری مدد نہیں کرتا اور کیوں تم ایک قدر قلیل جماعت
ہو جو عنقریب نابود ہونے والی ہے اور اگر تم سچے ہو تو کیوں ہم پر عذاب نازل نہیں ہوتا ان
سوالات کے جواب میں جو کچھ کفار کو قرآن شریف کے متفرق مقامات میں ایسے زمانہ تنگی و
تکالیف میں کہا گیا وہ دوسرا مقدمہ اس پیشگوئی کی عظمت شان سمجھنے کے لئے ہے کیونکہ
وہ زمانہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور اُن کے صحابہ پر ایسا نازک زمانہ تھا کہ ہر وقت اپنی جان کا اندیشہ تھا
اور چاروں طرف ناکامی مُنہ دکھلا رہی تھی سو ایسے زمانہ میں کفار کو اُن کے عذابی نشان مانگنے کے وقت
صاف صاف طور پر یہ کہا گیا تھا کہ عنقریب تمہیں اسلام کی تحقیری اور تمہارے سزایاب ہونیکا نشان دکھلایا
جائیگا اور اسلام جو اب ایک تخم کی طرح نظر آتا ہے کسی دن ایک بزرگ درخت کی مانند اپنے تئیں ظاہر کریگا
اور وہ جو عذاب کا نشان مانگتے ہیں وہ تلوار کی دھار سے قتل کئے جائینگے اور تمام جزیرہ عرب کفر
اور کافروں سے صاف کیا جائیگا اور تمام عرب کی حکومت مومنوں کے ہاتھ میں آجائیگی اور خدا تعالیٰ
دین اسلام کو عرب کے ملک میں ایسے طور سے جما دیگا کہ پھر بت پرستی کبھی پیدا نہیں ہوگی اور حالت
موجودہ جو خوف کی حالت ہے بکلی امن کے ساتھ بدلجائیگی اور اسلام قوت پکڑیگا اور غالب ہوتا چلا جائیگا
یہانتک کہ دوسرے ملکوں پر اپنی فتح اور نصرت کا سایہ ڈالیگا اور دور دور تک اُس کی فتوحات پھیل
جائینگی اور ایک بڑی بادشاہت قائم ہو جائیگی جسکا اخیر دنیا تک زوال نہیں ہوگا ۔
اب جو شخص پہلے ان دو نو مقدمات پر نظر ڈالکر معلوم کر لیوے کہ وہ زمانہ جسمیں یہ پیشگوئی کیگئی

اسلام کیلئے کیسی تنگی اور ناکامی اور مصیبت کا زمانہ تھا اور جو پیشگوئی کیگئی وہ کسقدر حالت موجودہ سے مخالف اور خیال
اور قیاس سے نہایت بعید بلکہ صریح محالات عادیہ سے نظر آتی تھی۔ پھر بعد اسکے اسلام کی تاریخ پر جو دشمنوں
اور دوستوں کے ہاتھ میں موجود ہے ایک منصفانہ نظر ڈالے کہ کیسی صفائی سے یہ پیشگوئی پوری ہوگئی اور کسقدر دلوں پر ہیبت
ناک اثر اس کا پڑا اور کیسے مشارق اور مغارب میں تمام تر قوت اور طاقت کے ساتھ اسکا ظہور ہوا
تو اس پیشگوئی کو یقینی اور قطعی طور پر بچشم خود معجزہ قرار دیگا جسمیں اسکو ایک ذرہ بھی شک و شبہ نہیں ہوگا +

پھر دوسرا معجزہ قرآن شریف کا جو ہمارے لئے حکم مشہود و محسوس کا رکھتا ہے وہ عجیب و غریب تبدیلیاں
ہین جو صحابہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں بہ برکت پیروی قرآن شریف و اثر صحبت آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم ظہور میں آئیں جب ہم اسبات کو دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ مشرف باسلام ہونے سے پہلے کیسے اور کس
طریق اور عادت کے آدمی تھے اور پھر بعد شرف صحبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم و اتباع قرآن شریف کس
رنگ میں آگئے اور کیسے اخلاق میں عقاید میں چلن میں گفتار میں رفتار میں کردار میں اور اپنی جمیع عادات
خبیثہ حالت سے منتقل ہو کر نہایت طیب اور پاک حالت میں داخل کئے گئے تو ہمیں اس تاثیر عظیم کو
دیکھکر جسنے اُنکے زنگ خوردہ وجودوں کو ایک عجیب تازگی اور روشنی اور چمک بخش دی تھی اقرار کرنا پڑتا ہے
کہ یہ تصرف ایک خارق عادت تصرف تھا جو خاص خدا تعالے کے ہاتھ نے کیا۔ قرآن شریف میں خدا تعالے فرماتا
ہے کہ ہمنے اُنکو مردہ پایا اور زندہ کیا اور جہنم کے گڑھے میں گرتے دیکھا تو اس ہولناک حالت سے چھڑایا بیمار
پایا اور اُنہیں اچھا کیا اندھیرے میں پایا اُنہیں روشنی بخشی۔ اور خدا تعالے نے اس اعجاز کے دکھلانے کیلئے
قرآن شریف مین ایکطرف عرب کے لوگونکی وہ خراب حالتیں لکھی ہیں جو اسلام سے پہلے وہ رکھتے تھے
اور دوسری طرف اُنکے وہ پاک حالات بیان فرمائے ہیں کہ اسلام لانے کے بعد انمیں پیدا ہوگئے
تھے کہ تا جو شخص ان پہلے حالات کو دیکھے جو کفر کے زمانہ میں تھے اور پھر مقابل اُسکے وہ حالت پڑھے
جو اسلام لانے کے بعد ظہور پذیر ہوگئی تو ان دونو طور کے سوانح پر مطلع ہونے سے یہ یقین کامل
سمجھ لیویگا کہ یہ تبدیلی ایک خارق عادت تبدیلی ہے جسے معجزہ کہنا چاہیئے +

پھر تیسرا معجزہ قرآن شریف کا جو ہماری نظروں کے سامنے موجود ہے اس کے حقایق
و معارف و لطایف و نکات ہین جو اس کی بلیغ و فصیح عبارات میں بھرے ہوئے
ہیں اس معجزہ کو قرآن شریف مین بڑی شد و مد سے بیان کیا گیا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر
تمام جن و انس اکٹھے ہو کر اس کی نظیر بنانا چاہیں تو ان کے لئے ممکن نہین یہ معجزہ اس
دلیل سے ثابت اور متحقق الوجود ہے کہ اس زمانہ تک کہ تیرہ سو برس زیادہ گزر رہا ہے باوجودیکہ
قرآن شریف کی منادی دنیا کے ہر ایک نواح مین ہو رہی ہے اور بڑے زور سے ہل من
معارض کا نقارہ بجایا جاتا ہے مگر کبھی کسی طرف سے آواز نہین آئی پس اس سے

اس بات کا صریح ثبوت ملتا ہے کہ تمام انسانی قوتین قرآن شریف کے مقابلے و معارضہ سے عاجز ہین بلکہ اگر قرآن شریف کی صدہا خوبیوں میں سے صرف ایک خوبی کو پیش کر کے اس کی نظیر مانگی جائے تو انسان ضعیف البنیان سے یہ بھی ناممکن ہے کہ اس ایک جزو کی نظیر پیش کر سکے مثلاً قرآن شریف کی خوبیون میں سے ایک یہ بھی خوبی ہے کہ وہ تمام معارف دینیہ پر مشتمل ہے اور کوئی دینی سچائی جو حق اور حکمت سے تعلق رکھتی ہے ایسی نہیں جو قرآن شریف میں پائی نجاتی ہو مگر ایسا شخص کون ہے کہ کوئی دوسری کتاب ایسی دکھلائے جس میں یہ صفت موجود ہو اور اگر کسی کو اس بات میں شک ہو کہ قرآن شریف جامع تمام حقایق دینیہ ہے تو ایسا متشکک خواہ عیسائی ہو خواہ آریہ اور خواہ برہمو ہو خواہ دہریہ اپنی طرز اور طور پر امتحان کر کے اپنی تسلی کرا سکتا ہے اور ہم تسلی کر دینے کے ذمہ دار ہیں بشرطیکہ کوئی طالب حق ہماری طرف رجوع کرے بائبل میں جس قدر پاک صداقتین ہیں یا حکما کی کتابوں میں جس قدر حق اور حکمت کی باتین ہین جن پر ہماری نظر پڑی ہے یا ہندون کے وید وغیرہ میں جو اتفاقاً بعض سچائیان درج ہوگئی یا باقی رہ گئی ہین جن کو ہم نے دیکھا ہے یا صوفیون کی صدہا کتابون میں جو حکمت و معرفت کے نکتے ہیں جن پر ہمین اطلاع ہوئی ہے اُن سب کو ہم قرآن شریف میں پاتے ہین اور اس کامل استقرا سے جو تیس برس کے عرصہ سے نہایت عمیق اور محیط نظر کے ذریعہ سے ہم کو حاصل ہے نہایت قطع اور یقین سے ہم پر یہ بات کھل گئی ہے کہ کوئی روحانی صداقت جو تکمیل نفس اور دماغی اور دلی قوے کی تربیت کے لئے اثر رکھتی ہے ایسی نہیں ہے جو قرآن شریف میں درج نہ ہو اور یہ صرف ہمارا ہی تجربہ نہیں بلکہ یہی قرآن شریف کا دعوے بھی ہے جس کی آزمایش نہ فقط میں نے بلکہ ہزارہا علما ابتدا سے کرتے آئے اور اس کی سچائی کی گواہی دیتے آئے ہیں *

پھر چوتھا معجزہ قرآن شریف کا اسکے روحانی تاثیرات ہین جو ہمیشہ اُس مین محفوظ چلے آتے ہین یعنی یہ کہ اُس کی پیروی کرنے والے قبولیت الٰہی کے مراتب کو پہنچتے ہیں۔ اور مکالمات الٰہیہ سے مشرف کئے جاتے ہیں خدا تعالے ان کی دعاون کو سنتا اور انہیں محبت اور رحمت کی راہ سے جواب دیتا ہے اور بعض اسرار غیبیہ پر نبیوں کی طرح اُن کو مطلع فرماتا ہے اور اپنی تائیدا اور نصرت کے نشانون سے دوسرے مخلوقات سے انہین ممتاز کرتا ہے یہ بھی ایسا نشان ہے جو قیامت تک امت محمدیہ مین قائم رہیگا اور ہمیشہ ظاہر ہوتا چلا آیا ہے اور اب بھی موجود اور متحقق الوجود ہے۔ مسلمانون میں سے ایسے لوگ اب بھی دنیا مین پائے جاتے ہین کہ جن کو اللہ جلشانہ اپنی تائیدات

خاصہ سے موید فرما کر الہامات صحیحہ وصادقہ و مبشرات و مکاشفات غیبیہ سے سرفراز فرماتا ہے ٭

اب اے حق کے طالبو اور سچے نشانوں کے بھوکو اور پیاسو انصاف سے دیکھو اور ذرا پاک نظر سے غور کرو کہ جن نشانوں کا خدا تعالے نے قرآن شریف میں ذکر کیا ہے کس اعلےٰ درجہ کے نشان ہیں اور کیسے ہر زمانہ کے لئے مشہود و محسوس کا حکم رکھتے ہیں پہلے نبیوں کے معجزات کا اب نام و نشان باقی نہیں صرف قصے ہیں خدا جانے ان کی اصلیت کہاں تک درست ہے بالخصوص حضرت مسیحؑ کے معجزات جو انجیلوں میں لکھے ہیں باوجود قصوں اور کہانیوں کے رنگ میں ہونے کے اور باوجود بہت سے مبالغات کے جو ان میں پائے جاتے ہیں۔ ایسے شکوک و شبہات ان پر وارد ہوتے ہیں کہ جن سے انہیں بکلی صاف و پاک کر کے دکھلانا بہت مشکل ہے۔ اور اگر ہم فرض کے طور پر تسلیم بھی کریں کہ جو کچھ اناجیل مروجہ میں حضرت مسیح کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ لولے اور لنگڑے اور مفلوج اور اندھے وغیرہ بیمار اُن کے چھونے سے اچھے ہو جاتے تھے یہ تمام بیان بلا مبالغہ ہے اور ظاہر پر ہی محمول ہے کوئی اور معنی اس کے نہیں تب بھی حضرت مسیح کی ان باتوں سے کوئی بڑی خوبی ثابت نہیں ہوتی اول تو انہیں دنوں میں ایک تالاب بھی ایسا تھا کہ اس میں ایک وقت خاص میں غوطہ مارنے سے ایسی سب مرضیں فی الفور دور ہو جاتی تھیں جیسا کہ خود انجیل میں مذکور ہے پھر ماسوا اس کے زمانہ دراز کی تحقیقاتوں نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ ملکہ سلب امراض منجملہ علوم کے ایک علم ہے جس کے اب بھی بہت لوگ مشاق پائے جاتے ہیں جس میں شدت توجہ اور دماغی طاقتوں کے خرچ کرنے اور جذب خیال کا اثر ڈالنے کی مشق درکار ہے سو اس علم کو نبوت سے کچھ علاقہ نہیں بلکہ مرد صالح ہونا بھی اس کے لئے ضروری نہیں اور قدیم سے یہ علم رائج ہوتا چلا آیا ہے مسلمانوں میں بعض اکابر جیسے حضرت محی الدین عربی صاحب فصوص اور بعض نقشبندیوں کے اکابر اس کام میں مشاق گزرے ہیں ایسے کہ ان کے وقت میں ان کی نظیر پائی نہیں گئی بلکہ بعض کی نسبت ذکر کیا گیا ہے۔ کہ وہ اپنی کامل توجہ سے باذنہٖ تعالےٰ تازہ مردوں سے باتیں کر کے دکھلا دیتے تھے۔

ﷺ اور دو دو تین تین سو بیماروں کو اپنے دائیں بائیں بٹھلا کر ایک ہی نظر سے تندرست کر دیتے تھے اور بعض جو مشق میں کچھ کمزور تھے وہ ہاتھ لگا کر یا بیمار کے کسی کپڑے کو چھو کر شفا بخشتے تھے۔ اس مشق میں عامل عمل کے وقت میں کچھ ایسا احساس کرتا ہے کہ گویا اُس کے اندر سے بیمار پر اثر ڈالنے کے وقت ایک قوت نکلتی ہے اور بسا اوقات بیمار کو بھی یہ مشہود ہوتا ہے کہ اس کے اندر سے ایک زہریلا مادہ حرکت کر کے سفلی اعضا کی طرف اترتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ بکلی منعدم ہو جاتا ہے اس علم میں اسلام میں بہت سی تالیفیں موجود ہیں اور میں خیال کرتا ہوں کہ ہندوؤں میں بھی اس کی کتابیں ہونگی حال میں جو انگریزوں نے فن مسمریزم نکالا ہے حقیقت میں وہ بھی اسی علم کی شاخ ہے انجیل پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کو بھی کسی قدر اس علم میں مشق تھی مگر کامل نہیں تھے اسوقت کے لوگ سادہ اور اس علم سے بے خبر تھے اسی وجہ سے اُس زمانہ میں یہ عمل اپنی حد سے زیادہ قابل تعریف سمجھا گیا تھا مگر پیچھے سے جوں جوں اس علم کی حقیقت کھلتی گئی لوگ اپنے علو اعتقاد سے تنزل کرتے گئے یہانتک کہ بعضوں نے یہ رائے ظاہر کی کہ ایسی مشقوں سے بیماروں کو چنگا کرنا یا مجنونوں کو شفا بخشنا کچھ بھی کمال کی بات نہیں بلکہ اس میں ایماندار ہونا بھی ضروری نہیں چہ جائیکہ نبوت یا ولایت پر یہ دلیل ہو سکے ان کا یہ بھی قول ہے کہ عمل سلب امراض بدینہ کی کامل مشق اور اسی شغل میں دن رات اپنے تئیں ڈالے رکھنا روحانی ترقی کے لئے سخت مضر ہے اور ایسے شخص کے ہاتھ سے روحانی تربیت کا کام بہت ہی کم ہوتا ہے اور قوت منورہ اُس کے قلب کی بغایت درجہ گھٹ جاتی ہے خیال ہو سکتا ہے کہ اسی وجہ سے حضرت مسیح علیہ السلام اپنی روحانی تربیت میں بہت کمزور نکلے جیسا کہ پادری ٹیلر صاحب جو باعتبار عہدہ و نیز بوجہ لیاقت ذاتی کے ایک ممتاز آدمی معلوم ہوتے ہیں وہ نہایت افسوس سے لکھتے ہیں کہ مسیح کی روحانی تربیت بہت ضعیف اور کم زور ثابت ہوتی ہے اور ان کے صحبت یافتہ لوگ جو حواریوں کے نام سے موسوم تھے اپنی روحانی تربیت یافتہ ہونے میں اور انسانی قوتوں کی پوری تکمیل سے کوئی اعلے درجہ کا نمونہ دکھلا نہ سکے۔ (کاش حضرت مسیح نے اپنے

ﷺ تازہ مردوں کا عمل توجہ سے چند منٹ یا چند گھنٹوں کے لئے زندہ ہو جانا قانون قدرت کے منافی نہیں جس حالت میں ہم بچشم خود دیکھتے ہیں کہ بعض جاندار مرنے کے بعد کسی دوا سے زندہ ہو جاتے ہیں تو پھر انسان کا زندہ ہونا کیا مشکل اور کیوں دور از قیاس ہے ؟

ظاہری شغل سلب امراض کی طرف کم توجہ کی ہوتی اور وہی توجہ اپنے حواریوں کی باطنی کمزوریوں اور بیماریوں پر ڈالتے خاص کر یہودا اسکریوطی پر) اس جگہ صاحب موصوف یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر نبی عربی (صلے اللہ علیہ وسلم) کے صحابہ کے مقابلے پر حواریوں کی روحانی تربیت یابی اور دینی استقامت کا موازنہ کیا جائے تو ہمیں افسوس کے ساتھ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ حضرت مسیح کے حواری روحانی طور پر تربیت پذیر ہونے میں نہایت ہی کچے اور پیچھے رہے ہوئے تھے اور اور ان کے دماغی اور دلی قوتوں کو حضرت مسیح کی صحبت نے کوئی ایسی توسیع نہیں بخشی تھی جو صحابہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابل تعریف ہو سکے بلکہ حواریوں کے قدم قدم میں بزدلی سست اعتقادی تنگدلی دنیا طلبی بیوفائی ثابت ہوتی تھی مگر صحابہ نبی عربی (صلے اللہ علیہ وسلم) سے وہ صدق و وفا ظہور میں آیا جس کی نظیر کسی دوسرے نبی کے پیروؤں میں ملنا مشکل ہے سو یہ اس روحانی ترتیب کا جو کامل طور پر ہوئی تھی اثر تھا جس نے اس کو بکلی بدل کر کے کہیں کا کہیں پہنچا دیا تھا۔
اسی طرح بہت سے دانشمند انگریزوں نے حال میں ایسی کتابیں تالیف کی ہیں کہ جن میں انہوں نے اقرار کر لیا ہے کہ اگر ہم نبی عربی (صلے اللہ علیہ وسلم) کی حالت رجوع الی اللہ و توکل و استقامت ذاتی و تعلیم کامل و مطہر و القائے تاثیر و اصلاح خلق کثیر از مفسدین و تائیدات ظاہری و باطنی قادر مطلق کو ان معجزات سے الگ کر کے بھی دیکھیں جو بمد منقول ان کی نسبت بیان کی جاتی ہیں تب بھی ہمارا انصاف اس اقرار کے لئے ہمیں مجبور کرتا ہے کہ یہ تمام امور جو ان سے ظہور میں آئے یہ بھی بلا شبہ فوق العادت اور بشری طاقتوں سے بالاتر ہیں اور نبوت صحیحہ صادقہ کے شناخت کرنے کے لئے قوی اور کافی نشان ہیں کوئی انسان جب تک اس کے ساتھ خدا تعالے نہ ہو کبھی ان سب باتوں میں کامل اقدر کامیاب نہیں ہو سکتا اور نہ ایسی غیبی تائیدیں اس کے شامل ہوتی ہیں۔

تیسرے سوال کا جواب (۳)

جن خیالات کو عیسائی صاحب نے اپنی عبارت میں بصورت اعتراض پیش کیا ہے وہ درحقیقت اعتراض نہیں ہیں بلکہ وہ تین غلط فہمیاں ہیں جو بوجہ قلت

تدبیران کے دل میں پیدا ہوگئی ہیں دل میں ہم الگ الگ ان غلط فہمیوں کو دور کرتے ہیں۔ پہلی غلط فہمی کی نسبت جواب یہ ہے کہ نبی برحق کی یہ نشانی ہرگز نہیں ہے کہ خدا تعالےٰ کی طرح ہر ایک مخفی بات کا بالاستقلال اس کو علم بھی ہو بلکہ اپنے ذاتی اقتدار اور اپنی ذاتی خاصیت سے عالم الغیب ہونا خدا تعالےٰ کی ذات کا ہی خاصہ ہے۔ قدیم سے اہل حق حضرت واجب الوجود کے علم غیب کی نسبت وجوب ذاتی کا عقیدہ رکھتے ہیں اور دوسرے تمام ممکنات کی نسبت امتناع ذاتی اور امکان بوجوب عزاسمہٗ کا عقیدہ ہے یعنی یہ عقیدہ کہ خدا تعالےٰ کی ذات کے لئے عالم الغیب ہونا واجب ہے اور اس کے ہویت حقہ کی یہ ذاتی خاصیت ہے کہ عالم الغیب ہو مگر ممکنات کے جو ہالکتہ الذات اور باطلتہ الحقیقت ہیں اس صفت میں اور ایسا ہی دوسری صفات میں شراکت بحضرت باری عزاسمہٗ جایز نہیں اور جیسا ذات کے رو سے شریک الباری ممتنع ہی ایسا ہی صفات کے رو سے بھی ممتنع ہے پس ممکنات کے لئے نظراً علے ذاتہم عالم الغیب ہونا ممتنعات میں سے ہے خواہ نبی ہوں یا محدث ہوں یا ولی ہوں ہاں الہام الٰہی سے اسرار غیبیہ کو معلوم کرنا یہ ہمیشہ خاص اور برگزیدہ کو حصہ ملتا رہا ہے اور اب بھی ملتا ہے جس کو ہم صرف تابعین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں پاتے ہیں نہ کسی اور میں عادت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ وہ کبھی کبھی اپنی مخصوص بندوں کو اپنے بعض اسرار خاصہ پر مطلع کر دیتا ہے۔ اور اوقات مقررہ اور مقدرہ میں رشح فیض غیب ان پر ہوتا ہے بلکہ کامل مقرب اللہ اسی سے آزمائے جاتے اور شناخت کئے جاتے ہیں۔ کہ بعض اوقات کی آئندہ کی پوشیدہ باتیں یا کچھ چھپے اسرار انہیں بتلائے جاتے ہیں مگر یہ نہیں کہ اُن کے اختیار اور ارادہ اور اقتدار سے بلکہ خدا تعالےٰ کے ارادہ اور اختیار اور اقتدار سے یہ سب نعمتیں انہیں ملتی ہیں۔

وہ جو اُس کی مرضی پر چلتے ہیں اور اسی کے ہو رہتے اور اسی میں کھوئے جاتے ہیں اُس خیر محض کی ان سے کچھ ایسی ہی عادت ہے کہ اکثر ان کی سنتا اور اپنا گذشتہ فعل یا آیندہ کا منشاء بسا اوقات اُن پر ظاہر کر دیتا ہے۔ مگر بغیر الہام الٰہی انہیں کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا وہ اگرچہ خدا تعالےٰ کے مقرب تو ہوتے ہیں مگر خدا تو نہیں ہوتے سمجھائے سمجھتے ہیں بتلائے جانتے ہیں۔ دکھلائے دیکھتے ہیں بلائے بولتے ہیں اور اپنی ذات میں کچھ بھی نہیں ہوتے

جب طاقت عظمے انہیں اپنے الہام کی تحریک سے بلاتی ہے تو وہ بولتے ہیں اور
جب دکھلاتی ہے تو دیکھتے ہیں اور جب سناتی ہے تو سنتے ہیں اور جب تک
خدا تعالے ان پر کوئی پوشیدہ بات ظاہر نہیں کرتا تب تک انہیں اُس بات
کی کچھ بھی خبر نہیں ہوتی تمام نبیوں کے حالات زندگی دلایف میں اس کی شہادت
پائی جاتی ہے ۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف ہی دیکھ کر وہ کیونکر اپنی لاعلمی
کا آپ اقرار کرکے کہتے ہیں کہ ان دن اور اس گھڑی کی بابت سوا باپ کے نہ تو
فرشتے جو آسمان پر ہیں نہ بیٹا کوئی نہیں جانتا باب ۱۳ آیت ۳۲ مرقس اور پھر وہ فرماتے
ہیں کہ میں آپ سے کچھ نہیں کرتا دیعنی کچھ نہیں کر سکتا ۔ مگر جو میرے باپ نے سکھلایا
وہ باتیں کہتا ہوں کسی کو راستبازوں کے مرتبہ تک پہنچانا میرے اختیار میں نہیں
مجھے کیوں نیک کہتا ہے نیک کوئی نہیں مگر ایک یعنی خدا مرقس ✦
غرض کسی نبی نے باقتدار یا عالم الغیب ہونے کا دعوے نہیں کیا دیکھو اُس عاجز
بندہ کیطرف جس کو مسیح کرکے پکارا جاتا ہے اور جسے نادان مخلوق پرستوں نے خدا
سمجھ رکھا ہے کہ کیسے اس نے ہر مقام میں اپنے قول اور فعل سے ظاہر کر دیا کہ میں
ایک ضعیف اور کمزور اور ناتوان بندہ ہوں اور مجھ میں ذاتی طور پر کوئی بھی خوبی نہیں
اور آخری اقرار جس پر ان کا خاتمہ ہوا کیسا پیارے لفظوں میں ہے چنانچہ انجیل
میں یوں لکھا ہے کہ وہ یعنی مسیح (اپنی گرفتاری کی خبر پاکر) گھبرانے اور بہت دلگیر
ہونے لگا اور ان سے (یعنی اپنے حواریوں سے) کہا کہ میرے جان کا غم موت کا سا
ہے اور وہ تھوڑا آگے جاکر زمین پر گر پڑا یعنی سجدہ کیا) اور دعا مانگی کہ اگر ہو سکے
تو یہ گھڑی مجھ سے ٹل جائے اور کہا کہ اے ابّا اے باپ سب کچھ تجھ سے ہو سکتا ہے
اس پیالہ کو مجھ سے ٹالدے ۔ یعنی تو قادر مطلق ہے اور میں ضعیف اور عاجز بندہ ہوں
تیرے ٹالنے سے یہ بلا ٹل سکتی ہے اور آخر ایلی ایلی لما سبقتنی کہکر جان دی جس
کا ترجمہ یہ ہے ۔ کہ اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں
چھوڑ دیا ✦
اب دیکھئے کہ اگرچہ دعا تو قبول نہ ہوئی کیونکہ تقدیر مبرم تھی ایک مسکین مخلوق
کی خالق کے قطعی ارادہ کے آگے کیا پیش جاتی تھی مگر حضرت مسیح نے اپنی عاجزی
اور بندگی کے اقرار کو نہایت تک پہنچا دیا اس امید سے کہ شاید قبول ہو جائے اگر
انہیں پہلے سے علم ہوتا کہ دعا رد کی جائیگی ہرگز قبول نہیں ہوگی تو وہ ساری

رات برابر فجر تک اپنے بچاؤ کے لئے کیوں دعا کرتے رہتے اور کیوں اپنے تئیں اور اپنے حواریوں کو بھی تقید سے اس لاحاصل مشقت میں ڈالتے ﴿
سو بقول معترض صاحب ان کے دل میں یہی تھا کہ انجام خدا کو معلوم ہے مجھے معلوم نہیں۔ پھر ایسا ہی حضرت مسیح کی بعض پیشگویون کا صحیح نہ نکلنا دراصل اسی وجہ سے تھا کہ بباعث عدم علم بر اسرار مخفیہ اجتہادی طور پر تشریح کرنے میں اُن سے غلطی ہو جاتی تھی جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ جب نئی خلقت میں ابن آدم اپنے جلال کے تخت پر بیٹھیگا تم بھی (اے میرے بارہ حواریون) بارہ تختوں پر بیٹھو گے دیکھو باب ۲۰ آیت ۲۸ متی ﴿
لیکن اسی انجیل سے ظاہر ہے کہ یہودا اسکریوطی اُس تخت سے بے نصیب رہ گیا اُس کے کانوں کے تخت نشینی کی خبر سُن لی مگر تخت پر بیٹھنا اسے نصیب نہ ہوا اب راستی اور سچائی سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضرت مسیح کو اس شخص کے مرتد اور بد عاقبت ہونے کا پہلے سے علم ہوتا تو کیوں اس کو تخت نشینی کی جھوٹی خوشخبری سناتے۔ ایسا ہی ایک مرتبہ آپ ایک انجیر کا درخت دور سے دیکھ کر انجیر کھانے کی نیت سے اس کی طرف گئے مگر جا کر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ اُسپر ایک بھی انجیر نہیں تو آپ بہت ناراض ہوئے اور غصہ کی حالت میں اس انجیر کو بد دعا دی جس کا کوئی بد اثر انجیر پر ظاہر نہ ہوا۔ اگر آپ کو کچھ غیب کا علم ہوتا تو بے ثمر درخت کی طرف اس کا پھل کھانے کے ارادہ سے کیوں جاتے ﴿
ایسا ہی ایک مرتبہ آپ کے دامن کو ایک عورت نے چھوا تھا تو آپ چاروں طرف پوچھنے لگے کہ کس نے میرا دامن چھوا ہے اگر کچھ علم غیب سے حصہ ہوتا تو دامن چھونے والی کا پتہ معلوم کرنا تو کچھ بڑی بات نہ تھی۔ اور ایک مرتبہ آپ نے یہ پیشگوئی بھی کی تھی کہ اس زمانہ کے لوگ گذر نہ جائینگے جب تک یہ سب کچھ (یعنی مسیح کا دوبارہ دنیا میں آنا اور ستارون کا گرنا وغیرہ واقع نہ ہووے لیکن ظاہر ہے کہ نہ اس زمانہ میں کوئی ستارہ آسمان کا زمین پر گرا اور نہ حضرت مسیح عدالت کے لئے دنیا میں آئے اور وہ صدی تو کیا اُسپر اٹھارہ صدیاں اور بھی گزر گئیں اور انیسویں گذرنے کو عنقریب ہے۔ سو حضرت مسیح کے علم غیب سے بے بہرہ ہونے کے لئے یہی چند شہادتیں کافی ہیں جو کسی اور کتاب سے نہیں بلکہ چاروں انجیلون سے دیکھ کر ہم نے لکھی ہیں دوسرے اسرائیلی نبیوں کا بھی یہی حال ہے حضرت یعقوبؑ نبی ہی تھے مگر انہیں کچھ

خبر نہ ہوئی کہ اسی گاؤں گے بیابان میں میرے بیٹے پر کیا گذر رہا ہے حضرت دانیال اس مدت تک کہ خدا تعالے نے بخت النصر کے رویا کی اُنپر تعبیر کھول دی کچھ بھی علم نہیں رکھتے تھے کہ خواب کیا ہے اور اس کی تعبیر کیا ہے ؟

پس اس تمام تحقیق سے ظاہر ہے کہ نبی کا یہ کہنا کہ یہ بات خدا کو معلوم ہے مجھے معلوم نہین بالکل سچ اور اپنے محل پر چسپاں اور سراسر اس نبی کا شرف اور اس کی عبودیت کا فخر ہے بلکہ ان باتوں سے اپنے آقائے کریم کے آگے اُس کے شان بڑھتی ہے نہ یہ کہ اس کے منصب نبوت میں کچھ فتور لازم آتا ہے ہاں اگر یہ تحقیق منظور ہو کہ خدا تعالے کے اعلام سے جو اسرار غیب حاصل ہوتے ہین وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کس قدر ہوئے تو مین ایک بڑا ثبوت اس بات کا پیش کرنے کے لئے تیار ہوں کہ جس قدر توریت وانجیل اور تمام بائبل میں نبیون کی پیش گویان لکھی ہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پیش گوئیان کماً وکیفاً ہزار حصہ سے بھی اُن سے زیادہ ہین جن کی تفصیل احادیث نبویہ کے روسے جو بڑی تحقیق سے قلمبند کی گئی ہیں معلوم ہوتی ہے اور اجمالی طور پر مگر کافی اور اطمینان بخش اور نہایت موثر بیان قرآن شریف میں موجود ہے پھر دیگر اہل مذاہب کی طرح مسلمانون کے ہاتھ میں صرف قصہ ہی نہیں بلکہ وہ تو ہر صدی میں غیر قوموں کو کہتے رہے ہیں اور اب بھی کہتے ہیں کہ یہ سب برکات اسلام میں ہمیشہ کے لئے موجود ہیں بھائیو آؤ اول آزماؤ پھر قبول کرو مگر ان آوازوں کو کوئی نہیں سنتا حجت الہی اُن پر پوری ہے کہ ہم بلاتے ہیں وہ نہین آتے اور ہم دکھاتے ہیں وہ نہیں دیکھتے انہوں نے آنکھوں اور کانوں کو بکلی ہم سے پھیر لیا تا نہ ہو کہ وہ سنیں اور دیکھیں اور ہدایت پاویں ؛

دوسری غلط فہمی جو معترض نے پیش کی ہے۔ یعنی یہ کہ اصحاب کہف کی تعداد کی بابت قرآن شریف میں غلط بیان ہے یہ نرا دعوےٰ ہے معترض نے اس بارے میں کچھ نہیں لکھا کہ وہ بیان کیون غلط ہے۔ اور اس کے مقابل پر صحیح کونسا بیان ہے اور اس کی صحت پر کونسے دلایل ہیں تا اس کے دلایل پر غور کیجائے اور جواب شافی دیا جائے اگر معترض کو فرقانی بیان پر کچھ کلام تھا تو اسکی وجوہات پیش کرنی چاہئیں تھین۔ بغیر پیش کرنے وجوہات کے یونہی غلط ٹھیرانا متلاشی حق کا کام نہیں ہے ؛

تیسری غلط فہمی معترض کے دل میں یہ پیدا ہوئی ہے کہ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ ایک بادشاہ (جس کی سیر و ساحت کا ذکر قرآن شریف میں ہے) سیر کرتا کرتا کسی ایسے مقام تک پہنچا جہاں اسے سورج دلدل میں چھپتا نظر آیا۔ اب عیسائی صاحب مجاز سے حقیقت کی طرف رخ کر کے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ سورج اتنا بڑا ہو کر ایک چھوٹے سے دلدل میں کیونکر چھپ گیا۔ یہ ایسی بات ہے جیسے کوئی کہے کہ انجیل میں مسیح کو خدا کا برّہ لکھا ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہے برّہ تو وہ ہوتا ہے جسکے پر سینگ اور بدن پر پشم وغیرہ بھی ہو اور چار پاؤں کی طرح سرنگون چلتا اور وہ چیزیں کھاتا ہو جو بڑے کھایا کرتے ہیں اے صاحب آپ نے کہاں سے اور کس سے سن لیا کہ قرآن شریف نے واقعی طور پر سورج کے دلدل میں چھپنے کا دعوے کیا ہے۔ قرآن شریف تو فقط بمنصب نقل خیال اسقدر فرماتا ہے کہ اُس شخص کو اس کی نگاہ میں دلدل میں سورج چھپتا ہؤا معلوم ہوا سو یہ تو ایک شخص کی رویت کا حال بیان کیا گیا ہے کہ وہ ایسی جگہ پہنچا جس جگہ سورج کسی پہاڑ یا آبادی یا درختوں کے اوٹ میں چھپتا ہوا نظر نہیں آتا تھا جیسا کہ عام دستور ہے بلکہ دلدل میں چھپتا ہوا معلوم دیتا تھا مطلب یہ کہ اس جگہ کوئی آبادی یا درخت یا پہاڑ نزدیک نہ تھے بلکہ جہان تک نظر وفا کرے ان چیزوں میں سے کسی چیز کا نشان نظر نہیں آتا تھا فقط ایک دلدل تھا جس میں سورج چھپتا دکھائی دیتا تھا ؛

ان آیات کا سیاق سیاق دیکھو کہ اس جگہ حکیمانہ تحقیق کا کچھ ذکر بھی ہے فقط ایک شخص کی دور دراز سیاحت کا ذکر ہے اور ان باتوں کے بیان کرنے سے اسی مطلب کا اثبات منظور ہے کہ وہ ایسے غیر آباد مقام پر پہنچا۔ سو اس جگہ ہیئت کے مسایل لے بیٹھنا بالکل بے محل نہیں تو اور کیا ہے۔ مثلاً اگر کوئی کہے کہ آج رات بادل وغیرہ سے آسمان خوب صاف ہو گیا تھا اور ستارے آسمان کے نقطوں کی طرح چمکتے ہوئے نظر آتے تھے تو اس سے یہ جھگڑا لے بیٹھیں کہ کیا ستارے نقطوں کی مقدار پر ہیں اور ہیئت کی کتابیں کھول کھول کر پیش کریں تو بلاشبہ یہ حرکت بے خبروں کی سی حرکت ہوگی کیونکہ اس وقت متکلم کی نیت میں واقعی امر کا بیان کرنا مقصود نہیں وہ تو صرف مجازی طور پر جس طرح ساری دنیا جہان بولتا ہے بات کر رہا ہے۔ اے وہ لوگو جو ہمیشہ ربانی میں مسیح کا لہو پیتے اور گوشت کھاتے ہو کیا ابھی تک تمہیں مجازات اور استعارات کی خبر نہیں سب جانتے ہیں کہ ہر ایک

ملک کی عام بول چال میں مجازات اور استعارات کے استعمال کا نہایت وسیع دروازہ کھلا ہے اور وحی الہی اُنہیں محاورات واستعارات کو اختیار کرتی ہے جو سادگی سے عوام الناس نے اپنی روزمرہ کی بات چیت اور بول چال میں اختیار کر رکھی ہیں فلسفہ کی دقیق اصطلاحات کی ہر جگہ اور ہر محل میں پیروی کرنا وحی کی طرز نہیں کیونکہ روے سخن عوام الناس کی طرف ہے پس ضرور ہے کہ اُن کی سمجھ کے موافق اور ان کے محاورات کے لحاظ سے بات کی جائے ۔ حقایق و دقایق کا بیان کرنا بجائے خود ہے مگر محاورات کا چھوڑنا اور مجازات اور استعارات عادیہ سے یک لخت کنارہ کش ہونا ایسے شخص کے لئے ہرگز روا نہیں جو عوام الناس سے مذاق پر بات کرنا اُس کا فرض منصب ہے ۔ تا وہ اس کی بات کو سمجھیں اور اُن کے دلوں پر اسکا اثر ہو لہذا یہ مسلم ہے کہ کوئی ایسی الہامی کتاب نہیں جس میں مجازات اور استعارات سے کنارہ کیا گیا ہو یا کنارہ کرنا جایز ہو کیا کوئی کلام الہی دنیا میں ایسا بھی آیا ہے ؟ اگر ہم غور کریں تو ہم خود اپنی ہر روزہ بول چال میں صدہا مجازات واستعارات بول جاتے ہیں اور کوئی بھی ان پر اعتراض نہیں کرتا مثلاً کہا جاتا ہے کہ ہلال بال سا باریک ہے اور ستارے نقطے سے ہیں یا چاند بادل کے اندر چھپ گیا اور سورج ابھی تک جو پہر دن چڑھا ہے نیزہ بھر اوپر آیا ہے یا ہم نے ایک رکابی پلاؤ کی کھائی یا ایک پیالہ شربت کا پی لیا تو ان سب باتوں سے کسی کے دل میں یہ دھڑکا شروع نہیں ہوتا کہ ہلال کیونکر بال سا باریک ہو سکتا ہے اور ستارے کس وجہ سے بقدر نقطوں کے ہو سکتے ہیں یا چاند بادل کے اندر کیونکر سما سکتا ہے اور کیا سورج نے باوجود اپنی اس تیز حرکت کے جس سے وہ ہزارہا کوس ایک دن میں طے کرلیتا ہے ایک پہر میں فقط بقدر نیزہ کے اتنی مسافت طے کرے ہے ۔ اور نہ رکابی پلاؤ کی کھانے یا پیالہ شربت کا پینے سے یہ کوئی خیال کر سکتا ہے کہ رکابی اور پیالہ کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے کھالیا ہوگا بلکہ یہ سمجھینگے کہ جو ان کے اندر چاول اور پانی ہے وہی کھایا پیا ہوگا نہایت صاف بات پر اعتراض کرنا کوئی دانا مخالف بھی پسند نہیں کرتا انصاف پسند عیسائیوں سے ہمنے خود سنا ہے کہ ایسے ایسے اعتراض ہم میں سے وہ لوگ کرتے ہیں جو بیخبر یا سخت درجہ کے متعصب ہیں ؀

بھلا یہ کیا حق روی ہے ؟ کہ اگر کلام الہی میں مجاز یا استعارہ کی صورت پر کچھ وارد ہو تو اس بیان کو حقیقت پر حمل کرکے مورد اعتراض بنایا جائے اس صورت

مین کوئی الہامی کتاب بھی اعتراض سے نہیں بچ سکتی جہاز میں بیٹھنے والے اور اگنبوٹ
پر سوار ہونے والے ہر روز یہ تماشا دیکھتے ہیں کہ سورج پانی میں سے ہی نکلتا ہے۔
اور پانی میں ہی غروب ہوتا ہے اور صدہا مرتبہ آپس میں جیسا دیکھتے ہیں بولتے بھی ہیں
کہ وہ نکلا اور وہ غروب ہؤا اب ظاہر ہے کہ اس بول چال کے وقت میں علم ہیئت
کے دفتر ان کے آگے کھولنا اور نظام شمسی کا مسئلہ لے بیٹھنا گویا یہ جواب سننا ہے کہ اے
پاگل کیا یہ علم تجھے ہی معلوم ہے ہمیں معلوم نہیں +

عیسائی صاحب نے قرآن شریف پر تو اعتراض کیا مگر انجیل کے وہ مقامات جن
پر حقاً وحقیقتاً اعتراض ہوتا ہے بھولے رہے مثلاً بطور نمونہ دیکھو کہ انجیل متے و مرقس
میں لکھا ہے کہ مسیح کو اس وقت آسمان سے خلق اللہ کی عدالت کے لئے اترتا دیکھو گے
جب سورج اندھیرا ہو جائیگا اور چاند اپنی روشنی نہین دیگا اور ستارے آسمان سے
گر جائینگے۔ اب ہیئت کا علم ہی یہ اشکال پیش کرتا ہے کہ کیونکر ممکن ہے کہ تمام ستارے
زمین پر گر پڑیں اور سب ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زمین کے کسی گوشہ میں جا پڑیں اور بنی آدم کو ان
کے گرنے سے کچھ بھی حرج اور تکلیف نہ پہنچے اور سب زندہ اور سلامت رہ جائین حالانکہ
ایک ستارہ کا گرنا بھی سکان الارض کی تباہی کے لئے کافی ہے پھر یہ امر بھی قابل غور
ہے کہ جب ستارے زمیں پر گر کر زمین والون کو صفحہ ہستی سے بے نشان و نابود کریں گے
تو مسیح کا یہ قول کہ تم مجھے بادلون میں آسمان سے اترتا دیکھو گے کیونکر درست ہوگا جب لوگ
ہزاروں ستارون کے نیچے دبے ہوئے مرے پڑے ہونگے تو مسیح کا اترنا کون دیکھیگا اور
زمین جو ستارون کی کشش سے ثابت و برقرار ہے کیونکر اپنی حالت صحیحہ پر قایم اور
ثابت رہیگی۔ اور مسیح کن برگزیدوں کو (جیسا کہ انجیل میں ہے) دور دور سے بلائیگا اور کن
کو سرزنش اور تنبیہہ کریگا۔ کیونکہ ستارونکا گرنا تو یہ بداہت مستلزم عام فنا اور عام موت
بلکہ تختہ زمین کے انقلاب کا موجب ہوگا اب دیکھئے کہ یہ سب بیانات علم ہیئت کے
برخلاف ہیں یا نہیں۔ ایسا ہی ایک اور اعتراض علم ہیئت کے رو سے انجیل پر ہوتا
ہے اور وہ یہ ہے کہ انجیل متے میں۔ دیکھو وہ ستارہ جو انہوں نے (یعنی مجوسیوں نے)
پورب میں دیکھا تھا ان کے آگے آگے چل رہا اور اس جگہ کے اوپر جہاں وہ لڑکا تھا
جا کر ٹھہرا باب ۲ آیت ۹ متے +

اب عیسائی صاحبان براہ مہربانی بتلا دیں کہ علم ہیئت کے رو سے اس عجیب
ستارہ کا کیا نام ہے جو مجوسیوں کے ہمقدم اور ان کے ساتھ ساتھ چلا تھا اور یہ

کس قسم کی حرکت اور کن قواعد کے رو سے مسلم الثبوت ہے۔ مجھے معلوم نہیں
کہ انجیل متے ایسے ستارہ کے بارے میں ہیئت والوں سے کیونکر پیچھا چھڑا
سکتی ہے۔ بعض صاحب تنگ آکر یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ مسیح کا قول
نہیں متے کا قول ہے۔ متے کے قول کو ہم الہامی نہیں جانتے یہ خوب
جواب ہے جس سے انجیل کے الہامی ہونے کی بخوبی قلعی کھل گئی اور میں بطور
تنزل کہتا ہوں کہ گو یہ مسیح کا قول نہیں متے یا کسی اور کا قول ہے مگر مسیح کا قول بھی تو
(جس کو الہامی مانا گیا ہے اور جس پر ابھی ہماری طرف سے اعتراض ہو چکا ہے)
اسی کا ہمرنگ اور ہمشکل ہے ذرہ اسی کو اصول ہیئت سے مطابق کر کے دکھلایئے اور
نیز یہ بھی یاد رہے کہ یہ قول الہامی نہیں بلکہ انسان کی طرف سے انجیل میں ملایا
گیا ہے تو پھر آپ لوگ ان انجیلوں کو جو آپ کے ہاتھ میں ہیں۔ تمام
بیانات کے اعتبار سے الہامی کیوں کہتے ہو صاف طور پر کیوں مشتہر نہیں
کر دیتے کہ بجز چند ان باتوں کے جو حضرت مسیح کے منہ سے نکلی ہیں باقی جو کچھ
اناجیل میں لکھا ہے وہ مولفین نے صرف اپنے خیال اور اپنی عقل اور فہم کے
مطابق لکھا ہے جو غلطیوں سے مبرا متصور نہیں ہو سکتا جیسا کہ پادری صاحبوں کی
عام تحریروں سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ رائے عام طور پر مشتہر بھی کی گئی ہے
یعنی بالاتفاق انجیلوں کے بارے میں یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ جو کچھ تاریخی طور پر
معجزات وغیرہ کا ذکر ان میں پایا جاتا ہے وہ کوئی الہامی امر نہیں بلکہ انجیل نویسوں
نے اپنے قیاس یا سماعت وغیرہ وسایل خارجیہ سے لکھ دیا ہے۔ غرض پادری
صاحبوں نے اس اقرار سے ان بہت سے حملوں سے جو انجیلوں پر ہوتے
ہیں اپنا پیچھا چھڑانا چاہا ہے اور ہر ایک انجیل میں تقریباً دس حصے انسان
کا کلام اور ایک حصہ خدا تعالے کا کلام مان لیا ہے۔ اور ان اقرارات
کی وجہ سے جو جو نقصان انہیں اٹھانے پڑے ان میں سے ایک یہ بھی ہے
کہ خصوصی معجزات ان کے ہاتھ سے گئے اور ان کا کوئی شافی کافی ثبوت ان کے
پاس نہ رہا کیونکہ ہر چند انجیل نویسوں نے تاریخی طور پر فقط اپنی طرف سے مسیحؑ
کے معجزات انجیلوں میں لکھے ہیں مگر مسیح کا اپنا خالص بیان جو الہامی کہلاتا ہے
حواریوں کے بیان سے صریح مباین و مخالف معلوم ہوتا ہے بلکہ اسی کی ضد اور
نقیض ہے وجہ یہ کہ مسیح نے اپنے بیان میں جس کو الہامی کہا جاتا ہے جابجا معجزات

کے دکھلانے سے انکار ہی کیا ہے اور معجزات کے مانگنے والون کو صاف جواب
دیدیا ہے کہ تمہیں کوئی معجزہ دکھلایا نہین جائیگا۔ چنانچہ ہیرودیس نے بھی مسیح سے
معجزہ مانگا تو اس نے نہ دکھلایا اور بہت سے لوگون نے اس کے نشان دیکھنے
چاہے اور اور نشانون کے بارے میں اُس سے سوال بھی کیا مگر وُہ صاف منکر
ہوگیا اور کوئی نشان دکھلا نہ سکا بلکہ اُس نے تمام رات جاگ کر خدا تعالےٰ سے یہ
نشان مانگا کہ وہ یہودیوں کے ہاتھ سے محفوظ رہے تو یہ نشان بھی اسکو نہ ملا
اور دعا رد کی گئی پھر مصلوب ہونے کے بعد یہودیون نے سچے دل سے کہا کہ
اگر وہ اب صلیب پر سے زندہ ہو کر اتر آوے تو ہم سب کے سب اس پر ایمان لائینگے
مگر وہ اتر بھی نہ سکا پس اُن تمام واقعات سے صاف ظاہر ہے کہ جہانتک
انجیلوں میں الہامی فقرات ہیں وہ مسیح کو صاحب معجزات ہونے سے صاف
جواب دے رہے ہیں۔ اور اگر کوئی ایسا فقرہ ہے بھی کہ جس میں مسیح کے
صاحب معجزات ہونے کے بارے میں کچھ خیال کرسکیں تو حقیقت میں وہ فقرہ
ذوالوجوہ ہے جسکے اور اور معنی بھی ہوسکتے ہیں کچھ ضروری نہین معلوم ہوتا کہ اُس کو
ظاہر پر ہی محمول کیا جائے یا خواہ نخواہ کھینچ تان کر ان معجزات کا ہی مصداق
ٹھہرایا جائے جن کا انجیل نویسوں نے اپنی طرف سے ذکر کیا ہے۔ اور
کوئی فقرہ خاص حضرت مسیح کی زبان سے نکلا ہوا ایسا نہیں کہ جو وقوع اور
ثبوت معجزات پر صاف طور پر دلالت کرتا ہو بلکہ مسیح کے خاص اور پر
زور کلمات کی اسی امر دلالت پائی جاتی ہے کہ ان سے ایک بھی
معجزہ ظہور میں نہیں آیا*۔ تعجب کہ عیسائی لوگ کیوں ان باتون پر اعتماد و اعتبار
نہیں کرتے جو مسیح کا خاص بیان اور الہامی کہلاتی ہیں اور خاص مسیح کے منہ سے
نکلی ہین اور باتون پر کیوں اعتماد کیا جاتا ہے اور کیوں ان کے قدر سے زیادہ ان
پر زور دیا جاتا ہے جو عیسائیون کے اپنے اقرار کے موافق الہامی نہیں ہیں
بلکہ تاریخی طور پر انجیلوں میں داخل ہیں اور الہام کے سلسلہ سے بکلی خارج ہیں
اور الہامی عبارات سے بکلی ان کا تناقض پایا جاتا ہے پس جب الہامی اور غیر
الہامی عبارات میں تناقض ہو تو اُسکے دور کرنے کے لئے بجز اُس کے اور کیا تدبیر

* قرآن شریف میں فقط اُس مسیح کے معجزات کی تصدیق ہے جسنے کبھی خدائی کا دعوےٰ نہیں کیا کیونکہ مسیح
کئی ہوئے ہیں اور ہونگے اور پھر قرآنی تصدیق ذوالوجوہ ہے جو انجیل نویسوں کے بیان کی ہرگز مصداق نہیں

ہے کہ جو عبارتیں الہامی نہیں ہیں وہ نا قابل اعتبار سمجھے جائیں اور صرف انجیل نویسوں کے مبالغات یقین نہ کئے جائیں - چنانچہ جابجا ان کا مبالغہ کرنا ظاہر بھی ہے جیسا کہ یوحنا کی انجیل کی آخری آیت جس پر وہ مقدس انجیل ختم کی گئی ہے یہ ہے - پر اور بھی بہت سے کام ہیں جو یسوع نے کئے اور اگر وہ جُدا جُدا لکھے جاتے تو میں گمان کرتا ہوں کہ کتابیں جو لکھی جاتیں دنیا میں سما نہ سکتیں - دیکھو کس قدر مبالغہ ہے زمین و آسمان کے عجائبات تو دنیا میں سما گئے مگر مسیح کی تین یا اڑھائی برس کی سوانح دنیا میں سما نہیں سکتی ایسے مبالغہ کرنے والے لوگوں کی روایت پر کیوں کر اعتبار کر لیا جاوے +

ہندوں نے بھی اپنے اوتاروں کی نسبت ایسی ہی کتابیں تالیف کی تھیں اور اسی طرح خوب جوڑ جوڑ سے ملا کر جھوٹ کا پل باندھا تھا سو اس قوم پر بھی اس افترا کا نہایت قوی اثر پڑا اور اس سرے سے ملک کے اُس سرے تک رام رام اور کرشن کرشن دلوں میں رچ گیا بات یہ ہے کہ مرتب کردہ کتابیں جن میں بہت سا افترا بھرا ہوا ہو ان قبروں کی طرح ہوتے ہیں جو باہر سے خوب سفید کی جائیں اور چمکائی جائیں پر اندر کچھ نہ ہو اندر کا حال ان بے خبر لوگوں کو کیا معلوم ہو سکتا ہے جو صدہا برسوں کے بعد پیدا ہوئے اور نئی بنائیں کتابیں ایسی متبرک اور بے لوث ظاہر کر کے ان کو دی گئیں کہ گویا وہ اسی صورت اور وضع کے ساتھ آسمان سے اتری ہیں سو وہ کیا جانتے ہیں کہ دراصل یہ مجموعہ کس طرح طیار کیا گیا ہے - دنیا میں ایسی تیز نگاہیں جو پردوں کو چیرتی ہوئی اندر گھس جائیں اور اصل حقیقت پر اطلاع پالیں اور چور کو پکڑ لیں بہت کم ہیں اور افترا کے جادو سے متاثر ہونے والی روحیں اس قدر ہیں جن کا اندازہ کرنا مشکل ہے اسی وجہ سے ایک عالم تباہ ہو گیا اور ہوتا جاتا ہے - نادانوں نے ثبوت یا عدم ثبوت کے ضروری مسئلہ پر کچھ بھی غور نہیں کی اور انسانی منصوبوں اور بندشوں کا جو ایک مستمرہ طریقہ اور نیچرلی امر ہے جو نوع انسان میں قدیم سے چلا آتا ہے اس سے کچھ کس رہنا نہیں چاہا اور یوں ہی شیطانی دام کو اپنے پر لے لیا - مکاروں نے اس شریر کیمیاگر کی طرح جو ایک سادہ لوح سے ہزار روپیہ نقد لیکر دس بیس لاکھ کا سونا بنا دینے کا وعدہ کرتا

ہے سچا اور پاک ایمان نادانوں کا کھویا اور ایک جھوٹی راستبازی اور جھوٹی برکتوں کا وعدہ دیا جن کا خارج میں کچھ بھی وجود نہیں اور نہ کچھ ثبوت۔ آخر شرارتوں میں مکروں میں دنیا پرستوں میں نفس امارہ کی پیروی میں اپنے سے بدتر ان کو کر دیا بالآخر یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اعجازات اور پیش گوئیوں کے بارے میں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے وقوع میں آئیں قرآن شریف کے ایک ذرہ شہادت انجیلوں کے ایک تودہ عظیم سے جو مسیح کے اعجاز وغیرہ کے بارے میں ہو ہزار ہا درجہ بڑھ کر ہے۔ کیوں بڑھ کر ہے؟ اسی وجہ سے کہ خود باقرار تمام محقق پادریوں کے انجیلوں کا بیان خود حواریوں کا اپنا ہی کلام ہے اور پھر اپنا چشم دید بھی نہیں اور نہ کوئی سلسلہ راویوں کا پیش کیا ہے۔ اور نہ کہیں ذاتی مشاہدہ کا دعوے کیا لیکن قرآن شریف میں اعجازات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ خاص خدا ئے صادق و قدوس کی پاک شہادت ہے اگر وہ صرف ایک ہی آیت ہوتی تب بھی کافی ہوتی مگر الحمد للہ کہ ان شہادتوں سے سارا قرآن شریف بھرا ہوا ہے اب موازنہ کرنا چاہیئے کہ کجا خدا تعالےٰ کی پاک شہادت جس میں کذب ممکن نہیں اور کجا نادیدہ جھوٹ اور مبالغہ آمیز شہادتیں سہ بہ نزدیک دانا سے بیدار دل ٭ جوے سیم بہتر ز صد تودہ گل ٭ افترائی باتوں پر کیوں تعجب کرنا چاہیئے ایسا بہت کچھ ہوا ہے اور ہوتا ہے۔ عیسائیوں کو آپ اقرار ہے کہ ہم میں سے بہت لوگ ابتدائی زمانوں میں اپنی طرف سے کتابیں بنا کر اور بہت کچھ کمالات اپنے بزرگوں کے ان میں لکھ کر پھر خدا تعالےٰ کی طرف ان کو منسوب کرتے رہے ہیں اور دعوے کر دیا جاتا تھا کہ وہ خدا تعالےٰ کی طرف سے کتابیں ہیں * پس جبکہ قدیم عادت عیسائیوں اور یہودیوں کی

* جو کچھ انجیلوں میں ناجائز اور بے ثبوت مبالغہ معجزات حضرت مسیح کی نسبت یا انکی ناواجب تعریفوں کے بارے میں پایا جاتا ہے۔ اس کی تحقیق کرنا مشکل ہے۔ کہ کب اور کس وقت یہ باتیں انجیلوں میں ملائی گئی ہیں۔ اگرچہ عیسائیوں کو اقرار ہے کہ خود انجیل نویسوں نے یہ باتیں اپنی طرف سے ملا دی ہیں مگر اس عاجز کی دانست میں یہ حاشیے آہستہ آہستہ چڑھتے ہیں۔ اور جعلساز مکار پیچھے سے بہت کچھ موقع پاتے رہے ہیں ہاں مستقل طور پر کئی جعلی کتابیں جو الہامی ہونے کے نام سے مشہور ہو گئیں

بھی جعل سازی چلی آئی ہے۔ تو پھر کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ متے وغیرہ انجیلوں
کو اس عادت سے کیوں باہر رکھا جائے۔ حالانکہ اس ساہوکار کی طرح جس کا روزنامچہ
اور بہی کھاتہ بوجہ صریح تناقض اور مشکوکیت کے پوشیدہ حال کو ظاہر کر رہا ہو
ہر چہار انجیلوں سے وہ کارستانی ظاہر ہو رہی ہے۔ جس کو انہوں نے چھپانا
چاہا تھا۔ اسی وجہ سے یورپ اور امریکہ میں غور کرنے والوں کی طبیعتوں میں ایک
طوفان شکوک پیدا ہو گیا ہے۔ اور جس ناقص اور متغیر اور مجسم خدا کی طرف
انجیل رہنمائی کر رہی ہے۔ اُس کے قبول کرنے سے وہ دہریہ رہنا زیادہ پسند کرتے ہیں

حضرات مسیحوں اور یہودیوں نے اوائل دنوں میں ہی تالیف کر کے شایع کر دی تھیں۔ چنانچہ
اسی جعلسازی کی برکت سے۔ بجائے ایک انجیل کے بہت سی انجیلیں شایع ہو گئیں عیسائیوں
کا خود یہ بیان ہے۔ کہ مسیح کے بعد جعلی انجیلیں کئی تالیف ہوئیں۔ جیسا کہ منجملہ اُن کے ایک انجیل برنباس
بھی ہے۔ تو یہ عیسائیوں کا بیان ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ چونکہ اُن انجیلوں اور اناجیل اربعہ مروجہ میں
بہت کچھ تناقض ہے۔ یہاں تک کہ برنباس کی انجیل مسیح کے مصلوب ہونے سے بھی منکر اور مسئلہ تثلیث
کے بھی مخالف اور مسیح کی الوہیت و ابنیت کو بھی نہیں مانتی اور نبی آخر الزمان صلے اللہ علیہ وسلم کے آنے
کی صریح لفظوں میں بشارت دیتی ہے۔ تو اب عیسائیوں کے اس دعوئے بے دلیل کو کیونکر مان لیا جائے
کہ جن انجیلوں کو انہوں نے رواج دیا ہے۔ وہ تو سچی ہیں اور جو ان کے مخالف ہیں وہ سب جھوٹی ہیں۔ ماسوا اس کے
جبکہ عیسائیوں میں جعل کی اس قدر گرم بازاری رہی ہے۔ کہ بعض کامل اُستادوں نے پوری پوری انجیلیں
بھی اپنی طرف سے بنا کر عام طور پر قوم میں انہیں شایع کر دیا۔ اور ایک ذرہ بھر ان پر پانی پڑنے
نہ دیا۔ تو کسی کتاب کا محرف مبدل کرنا اُن کے آگے کیا حقیقت تھا۔ پھر جبکہ یہ بھی تسلیم کر لیا گیا ہے
کہ مسیح کے زمانہ میں یہ انجیلیں قلمبند نہیں ہوئیں بلکہ ساٹھ یا ستر برس مسیح کے فوت ہونے کے بعد
یا کچھ کم و بیش یا اختلاف روایت اناجیل اربعہ کا مجموعہ دنیا میں پیدا ہوا تو اس سے ان انجیلوں کی نسبت
اور بھی شک پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ اس بات کا ثبوت دینا مشکل ہے۔ کہ اس عرصہ تک حواری زندہ رہے
ہوں یا اُن کی قوتیں قایم رہی ہوں۔ اب ہم سب قصوں کو مختصر کر کے ناظرین کو یہ یاد دلاتے ہیں۔ کہ اس
بات کا عیسائیوں نے ہرگز صفائی سے ثبوت نہیں دیا کہ بارہ انجیلیں جعلی اور چار جن کو رواج دے رکھا ہے
جعل و تحریف سے مبرا ہیں۔ بلکہ وہ ان چاروں کی نسبت بھی خود اقرار کرتے ہیں۔ کہ وہ خالص خدا تعالےٰ
کا کلام نہیں اور اگر وہ ایسا اقرار بھی نہ کرتے تب بھی انجیلوں کے مغشوش ہونے میں کچھ شک نہیں
تھا کیونکہ اس بات کا بار ثبوت اُن کے ذمہ ہے جس سے آج تک وہ سبکدوش نہیں ہو سکے کہ
کیوں وہ دوسری انجیلیں جعلی اور یہ جعلی نہیں؟

چنانچہ میرے ایک دوست فاضل انگریز نے امریکہ سے بذریعہ اپنی کئی چٹھیوں کے مجھے
خبر دی ہے۔ کہ ان ملکوں میں دانشمندوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں۔ کہ عیسائی
مذہب کو نقص سے خالی سمجھتا ہو۔ اور اسلام کے قبول کرنے کے لئے مستعد نہ ہو۔
اور گو عیسائیوں نے قرآن شریف کے ترجمے محرف اور بدنما کرکے یورپ اور امریکہ
کے ملکوں میں شایع کئے ہیں۔ مگر اُن کے اندر جو نور چھپا ہوا ہے۔ وہ پاکیزہ دلوں پر
اپنا کام کر رہا ہے۔ غرض امریکہ اور یورپ آج کل ایک جوش کی حالت میں ہے۔
اور انجیل کے عقیدوں نے جو برخلاف حقیقت ہیں بڑی گھبراہٹ میں انہیں ڈال دیا
ہے۔ یہانتک کہ بعضوں نے یہ رائے ظاہر کی کہ مسیح یا عیسےٰ نام خارج میں کوئی شخص
کبھی پیدا نہیں ہوا بلکہ اُس سے آفتاب مراد ہے۔ اور بارہ[۱۲] حواریوں سے بارہ[۱۲]
برج مراد ہیں۔ اور پھر اس مذہب عیسائی کی حقیقت زیادہ تر اس بات سے کھلتی
ہے۔ کہ جن نشانیوں کو حضرت مسیح ایمانداروں کے لئے قرار دئے گئے تھے۔
اُن میں سے ایک بھی اِن لوگوں میں نہیں پائی جاتی حضرت مسیح نے فرمایا تھا
کہ اگر تم میری پیروی کروگے۔ تو ہر ایک طرح کی برکت اور قبولیت میں میرا ہی
روپ بن جاؤ گے۔ اور معجزات اور قبولیت کے نشان تم کو دئے جائینگے۔
اور تمہارے مومن ہونے کی یہی علامت ہوگی۔ کہ تم طرح طرح کے نشان دکھلا سکوگے
اور جو چاہو گے تمہارے لئے وہی ہوگا۔ اور کوئی بات تمہارے لئے ناممکن نہیں
ہوگی لیکن عیسائیوں کے ہاتھ میں اِن برکتوں میں سے کچھ بھی نہیں وہ اس خدا سے
ناآشنا محض ہیں جو اپنے مخصوص بندوں کی دعائیں سنتا ہے۔ اور انہیں آمنے
سامنے شفقت اور رحمت کا جواب دیتا ہے۔ اور عجیب عجیب کام اُن کے لئے کر دکھاتا
ہے۔ لیکن سچے مسلمان جو اُن راستبازوں کے قائمقام اور وارث ہیں۔ جو اُن
سے پہلے گذر چکے ہیں۔ وہ اُس خدا کو پہچانتے اور اُس کی رحمت کے نشانوں
کو دیکھتے ہیں۔ اور اپنے مخالفوں کے سامنے آفتاب کی طرح جو ظلمت کے مقابل ہو
مابہ الامتیاز رکھتے ہیں۔ ہم بار بار لکھ چکے ہیں۔ کہ اس دعوےٰ کو بلادلیل نہیں
سمجھنا چاہئے۔ سچے اور جھوٹے مذہب میں ایک آسمان پر فرق ہے۔ اور ایک زمین
پر۔ زمین کے فرق سے مراد وہ فرق ہے۔ جو انسان کی عقل اور انسان کا کانشنس
اور قانون قدرت اِس عالم کا اُس کی تشریح کرتا ہے۔ سو عیسائی مذہب اور اسلام
کو جب اس محک کی رو سے جانچا جائے۔ تو صاف ثابت ہوتا ہے کہ اسلام وہ فطرتی

مذہب ہے ۔ جس کے اصولوں میں کوئی تصنع اور تکلف نہیں ۔ اور جس کے احکام
کوئی مستحدث اور بناوٹی امر نہیں اور کوئی ایسی بات نہیں ۔ جو زبردستی منوانی
پڑے ۔ اور جیسا کہ خدا تعالیٰ نے جابجا آپ فرمایا ہے ۔ قرآن شریف صحیفۂ
فطرت کے تمام علوم اور اس کی صداقتوں کو یاد دلاتا ہے ۔ اور اُس کے اسرار
غامضہ کو کھولتا ہے ۔ اور کوئی نئے امور برخلاف اُس کے پیش نہیں کرتا ۔ بلکہ
درحقیقت اُسی کے معارف دقیقہ ظاہر کرتا ہے ۔ برخلاف اس کے عیسائیوں کی
تعلیم جس کا انجیل پر حوالہ دیا جاتا ہے ۔ ایک نیا خدا پیش کر رہی ہے ۔ جس کی خودکشی
پر دنیا کے گناہ اور عذاب سے نجات موقوف اور اُس کی دُکھ اُٹھانے پر خلقت کا
آرام موقوف اور اُس کے بےعزت اور ذلیل ہونے پر خلقت کی عزت موقوف خیال
کی گئی ہے ۔ پھر بیان کیا گیا ہے ۔ کہ وہ ایک ایسا عجیب خدا ہے ۔ کہ ایک حصہ اُس
کی عمر کا تو منزہ عن الجسم عن عیوب الجسم میں گزرا ہے ۔ اور دوسرا حصہ عمر کا (کسی
نامعلوم بدبختی کی وجہ سے) ہمیشہ کہ تجسم اور تحیز کی قید میں اسیر ہو گیا ۔ اور گوشت
پوست استخوان وغیرہ سب کے سب اُس کی روح کے لئے ۔ لازمی ہو گئے ۔ اور اس
تجسم کی وجہ سے کہ اب ہمیشہ اُس کے ساتھ رہیگا ۔ انواع اقسام کے اُس کو دُکھ
اٹھانے پڑے ۔ آخر دکھوں کے غلبہ سے مر گیا ۔ اور پھر زندہ ہوا اور اُسی جسم نے پھر آکر
اُس کو پکڑ لیا ۔ اور ابدی طور پر اُسے پکڑے رہیگا ۔ کبھی مخلصی نہیں ہوگی ۔
اب دیکھو کہ کیا کوئی فطرت صحیحہ اِس اعتقاد کو قبول کر سکتی ہے ۔ کیا کوئی پاک
کانشنس اس کی شہادت دے سکتا ہے ؟ کیا قانون قدرت کا ایک جزو
بھی خدا کے بےعیب و بےنقص وغیر متغیر کے لئے یہ حوادث و آفات روا رکھ سکتا ہے
کہ اُس کو ہمیشہ ہر ایک عالم کے پیدا کرنے اور پھر اُس کو نجات دینے کے لئے
ایک مرتبہ مرنا درکار ہے ۔ اور بجز خودکشی اپنے کسی افاضۂ خیر کے صفت کو ظاہر
نہیں کر سکتا اور نہ کسی قسم کا اپنی مخلوقات کو دنیا یا آخرت میں آرام پہنچا سکتا
ہے ۔ ظاہر ہے ۔ کہ اگر خدا تعالیٰ کو اپنی رحمت بندوں پر نازل کرنے کے لئے
خودکشی کی ضرورت ہے ۔ تو اس سے لازم آتا ہے ۔ کہ ہمیشہ اُس کو حادثہ موت
کا پیش آتا رہے ۔ اور پہلے بھی بےشمار موتوں کا مزہ چکھ چکا ہو ۔ اور نیز لازم
آتا ہے ۔ کہ ہندوؤں کے پرمیشر کی طرح معطل الصفات ہو ۔ اب خود ہی سوچ
لو کہ کیا ایسا عاجز اور درماندہ خدا ہو سکتا ہے ۔ جو بغیر خودکشی کے اپنی مخلوقات کو

تقریر ۱۲ جنوری ۱۸۹۵ء

کبھی اور کسی زمانہ میں کوئی بھلائی پہنچا نہیں سکتا - کیا یہ حالت ضعف اور
ناتوانی کی خدائے قادر مطلق کے لایق ہے - پھر عیسائیوں کے خدا کی موت کا نتیجہ
دیکھئے - تو کچھ بھی نہیں - اُن کے خدا کی جان گئی - مگر شیطان کے وجود اور
اس کے کارخانہ کا ایک بال بھی بیکا نہ ہوا وہی شیطان اور وہی اُس
کے چیلے جو پہلے تھے - اب بھی ہیں - چوری ڈکیتی زنا قتل - دروغ گوئی - شراب
خواری ٭ قمار بازی دنیا پرستی بے ایمانی کفر شرک دہریہ پن اور دوسرے صدہا

٭ تازہ اخبارات سے معلوم ہوا ہے - کہ تیرہ کروڑ ساٹھ ہزار پونڈ ہر سال سلطنت برطانیہ
میں شراب کشی اور شراب نوشی میں خرچ ہوتا ہے - اور ایک نامہ نگار ایم اے کی تحریر ہے
کہ شراب کی بدولت لندن میں صدہا خودکشی کی وارداتیں ہوجاتی ہیں - اور خاص لندن
میں شاید منجملہ تنیتس لاکھ آبادی کے دس ہزار آدمی مے نوش نہ ہونگے - ورنہ سب مرد
اور عورت خوشی اور آزادی سے شراب پیتے اور پلاتے ہیں - اہل لندن کا کوئی ایسا جلسہ
اور سوسائٹی اور محفل نہیں ہے - کہ جس میں سب سے پہلے برانڈی اور شیری اور لال شراب
کا انتظام نہ کیا جاتا ہو - ہر ایک جلسہ کا جزو اعظم شراب کو قرار دیا جاتا ہے - اور طرفہ بر آں
یہ کہ لندن کے بڑے بڑے کشیش اور پادری صاحبان بھی باوجود دیندار کہلانے کے مے نوشی میں
اول درجہ ہوتے ہیں - جتنے جلسوں میں مجھ کو بطفیل مسٹر بلنٹ صاحب شامل ہونے
کا اتفاق ہوا ہے - اُن سب میں ضرور دو چار نوجوان پادری اور ریورنڈ بھی شامل ہوتے
دیکھے - لندن میں شراب نوشی کو کسی بُری مد میں شامل نہیں سمجھا گیا - اور یہاں تک
شراب نوشی کی علانیہ گرم بازاری ہے - کہ میں نے بچشم خود بہنگام سیر لندن اکثر انگریزنیوں
کو بازار میں پھرتے دیکھا - کہ متوالے ہو رہے ہیں - اور ہاتھ میں شراب کی بوتل ہے - علی
ہذا القیاس لندن میں عورتیں دیکھی جاتی تھیں - کہ ہاتھ میں بوتل بیر پکڑی لڑکھڑاتی چلی جاتی
ہے - بیسیوں لوگ شراب سے مدہوش اور متوالے اچھے بھلے مانس مہذب
بازاروں کی نالیوں میں گرے ہوئے دیکھے - شراب نوشی کی طفیل اور برکت سے لندن
میں اسقدر خودکشی کی وارداتیں واقعہ ہوتی رہتی ہیں - کہ ہر ایک سال اُن کا ایک مہلک وبا
پڑتا ہے - یکم فروری ۱۸۸۴ء رہبر ہند لاہور -
اسی طرح ایک صاحب نے لندن کی عام زناکاری اور قریب ستر ستر ہزار کے ہر سال
ولد الزنا پیدا ہونا ذکر کر کے وہ باتیں اُن لوگوں کی بیحیائی کی لکھی ہیں - کہ جن کی تفصیل سے قلم رکتی
ہے - بعض نے یہ بھی لکھا ہے - کہ یورپ کے اول درجہ کے مہذب اور تعلیم یافتہ لوگوں کے اگر دس حصے

طرح کے جیسے کہ قبل از مصلوبیت مسیح تھے۔ اب بھی اُسی زور و شور میں ہیں۔ بلکہ کچھ چڑھ بڑھ کر۔ مثلاً دیکھئے کہ اُس زمانہ میں کہ جب ابھی مسیحوں کا زندہ تھا۔ عیسائیوں کی حالت اچھی تھی جبھی کہ اُس خدا پر موت آئی۔ جس کو کفارہ کہا جاتا ہے۔ تبھی سے عجیب طور پر شیطان اس قوم پر سوار ہوگیا۔ اور گناہ اور

لئے جائیں تو بلاشبہ نو حصے ان میں سے دہریہ ہونگے۔ جو مذہب کی پابندی اور خدا تعالےٰ کے اقرار اور جزا سزا کے اعتقاد سے فارغ ہو بیٹھے ہیں۔ اور یہ مرض دہریّت کا دن بدن یورپ میں بڑھتا جاتا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے۔ کہ دولت برطانیہ کی کشادہ دلی نے اس کی ترقی سے کچھ بھی کراہت نہیں کی یہاں تک کہ بعض پکے دہریہ پارلیمنٹ کی کرسی پر بھی بیٹھ گئے۔ اور کچھ پروا نہیں کی گئی۔ نامحرم لوگوں کو نوجوان عورت کا بوسہ لینا۔ صرف جائز ہی نہیں۔ بلکہ یورپ کی نئی تہذیب میں ایک مستحسن امر قرار دیا گیا ہے۔ کوئی دعوے سے نہیں کہہ سکتا کہ انگلستان میں کوئی ایسی عورت بھی ہے۔ کہ جس کا عین جوانی کے دنوں میں کسی نامحرم جوان نے بوسہ نہ لیا ہو۔ دنیا پرستی اس قدر ہے۔ کہ آروپ الگزانڈر صاحب اپنی ایک چٹھی میں (جو میرے نام بھیجی ہے) لکھتے ہیں کہ تمام مذہب اور تعلیم یافتہ جو اس ملک میں پائے جاتے ہیں۔ اُن میں سے ایک بھی میری نظر میں ایسا نہیں جس کی نگاہ آخرت کی طرف لگی ہوئی ہو۔ بلکہ تمام لوگ سر سے پیر تک دنیا پرستی میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ اب ان تمام بیانات سے ظاہر ہے۔ کہ مسیح کے قربان ہونے کی وہ تاثیریں جو پادری لوگ ہندوستان میں آکر سادہ لوحوں کو سناتے ہیں۔ سراسر پادری صاحبوں کا افترا ہے۔ اور اصل حقیقت یہی ہے۔ کہ کفارہ کے مسئلہ کو قبول کرکے جس طرف عیسائیوں کی طبیعتوں نے پلٹا کھایا ہے۔ وہ یہی ہے۔ کہ شراب خواری بکثرت پھیل گئی زناکاری اور بدنظری شیر مادر سمجھی گئی۔ قمار بازی کی ازحد ترقی ہوگئی خدا تعالےٰ کی عبادت سچے دل سے کرنا اور بکلی رجوع ہوجانا یہ سب باتیں موقوف ہوگئیں ہاں انتظامی تہذیب یورپ میں بیشک پائی جاتی ہے۔ یعنی باہم رضامندی کے برخلاف جو گناہ ہیں۔ جیسے سرقہ اور قتل اور زنا بالجبر وغیرہ جن کے ارتکاب سے شاہی قوانین نے بوجہ مصالح ملکی روک دیا ہے۔ ان کا انسداد بیشک ہے مگر ایسے گناہوں کے انسداد کی یہ وجہ نہیں کہ مسیح کے کفارہ کا اثر ہوا ہے۔ بلکہ رعب قوانین اور سوسائٹی کے دباؤ نے یہ اثر ڈالا ہوا ہے۔ اگر یہ موانع درمیان نہ ہوں۔ تو حضرات مسیحان سب کچھ کر گذریں اور پھر یہ جرائم بھی تو اور ملکوں کی طرح یورپ میں بھی ہوتے ہی رہتے ہیں۔ انسداد کلی تو نہیں۔ منہ۔

نافرمانی اور نفس پرستی کے ہزارہا دروازے کھل گئے - چنانچہ عیسائی لوگ خود اس بات کے قائل ہیں - اور پادری فنڈر صاحب مصنف میزان الحق فرماتے ہیں کہ عیسائیوں کی کثرت گناہ اور اُن کی اندرونی بدچلنی اور فسق و فجور کے پھیلنے کی وجہ سے ہی محمد صلے اللہ علیہ وسلم بغرض سزادہی اور تنبیہ عیسائیوں کے بھیجے گئے تھے - پس اِن تقریروں سے ظاہر ہے - کہ زیادہ تر گناہ اور معصیت کا طوفان مسیح کے مصلوب ہونے کے بعد ہی عیسائیوں میں اُٹھا ہے - اس سے ثابت ہے - کہ مسیح کا مرنا اس غرض سے نہیں تھا - کہ گناہ کی تیزی اس کی موت سے کچھ رو بکمی ہو جائیگی - مثلاً اُس کے مرنے سے پہلے اگر لوگ بہت شراب پیتے تھے - یا اگر بکثرت زناکرتے تھے یا اگر پکے دنیادار تھے - تو مسیح کے مرنے کے بعد یہ ہر ایک قسم کے گناہ دور ہو جائینگے - کیونکہ یہ بات مستغنی عن الثبوت ہے - کہ جس قدر اب شراب خوری و دنیا پرستی و زناکاری خاص کر یورپ کے ملکوں میں ترقی پر ہے - کوئی دانا ہرگز خیال نہیں کر سکتا - کہ مسیح کی موت سے پہلے یہی طوفان فسق و فجور کا برپا ہو رہا تھا - بلکہ اس کا ہزارم حصہ بھی ثابت نہیں ہو سکتا - اور انجیلوں پر غور کرکے بکمال صفائی کھل جاتا ہے - کہ مسیح کو ہرگز منظور نہ تھا - کہ یہودیوں کے ہاتھ میں پکڑا جائے - اور مارا جائے - اور صلیب پر کھینچا جائے - کیونکہ اگر یہی منظور ہوتا - تو ساری رات اس بلا کے دفعہ کرنے کے لئے کیوں روتا رہتا اور درد کرکیوں یہ دعا کرتا - کہ اے ابا! اے باپ! تجھ سے سب کچھ ہو سکتا ہے - یہ پیالہ مجھ سے ٹالدے بلکہ سچ یہی ہے - کہ مسیح بغیر اپنی مرضی کے ناگہانی طور پر پکڑا گیا - اور اُس نے مرتے وقت تک رو رو کر یہی دعا کی ہے اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا - اس سے بوضاحت ثابت ہوتا ہے - کہ مسیح زندہ رہنا اور کچھ اور دن دنیا میں قیام کرنا چاہتا تھا - اور اس کی روح نہایت بیقراری سے تڑپ رہی تھی کہ کسی طرح اس کی جان بچ جائے - لیکن بلا مرضی اُس کے یہ سفر اس کو پیش آگیا تھا - اور نیز یہ بھی غور کرنے کی جگہ ہے - کہ قوم کے لئے اُس طریق پر مرنے سے جیسا کہ عیسائیوں نے تجویز کیا ہے - مسیح کو کیا حاصل تھا اور قوم کو اُس سے کیا فائدہ اگر وہ زندہ رہتا - تو اپنی قوم میں بڑی بڑی اصلاحیں کرتا بڑے بڑے عیب اُن سے دور کرکے دکھاتا مگر اُس کی موت نے کیا کرکے دکھایا - بجز اس کے کہ اُس کے بے وقت مرنے سے صدہا

فتنے پیدا ہوئے۔ اور ایسی خرابیاں ظہور میں آئیں جن کی وجہ سے ایک عالم
ہلاک ہوگیا یہ سچ ہے۔ کہ جوانمرد لوگ قوم کی بھلائی کے لئے اپنی جان بھی فدا
کر دیتے ہیں۔ یا قوم کے بچاؤ کے لئے جان کو معرض ہلاک میں ڈالتے ہیں مگر نہ
ایسے لغو اور بیہودہ طور پر جو مسیح کی نسبت بیان کیا جاتا ہے۔ بلکہ جو شخص دانشمندانہ
طور سے قوم کے لئے جان دیتا ہے۔ یا جان کو معرض ہلاکت میں ڈالتا ہے وہ تو معقول
اور پسندیدہ اور کارآمد اور صریح مفید طریقوں میں سے کوئی سے ایسا اعلےٰ اور بدیہی
انفع طریقہ فدا ہونے کا اختیار کرتا ہے۔ جس طریقے کے استعمال سے گو اُس کو
تکلیف پہنچ جائے یا جان ہی جائے مگر اُس کی قوم بعض بلاؤں سے واقعی طور پر
بچ جائے یہ تو نہیں کہ پھانسی لیکر یا زہر کھاکر یا کسی کوئیں میں گرنے سے خودکشی
کا مرتکب ہو۔ اور پھر یہ خیال کرے کہ میری خودکشی قوم کے لئے بہبودی کا موجب
ہوگی ایسی حرکت تو دیوانوں کا کام ہے۔ نہ عقلمندوں دینداروں کا بلکہ یہ موت
موت حرام ہے۔ اور بجز سخت جاہل اور سادہ لوح کے کوئی اس کا ارادہ نہیں
کرتا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ کامل اور اولوالعزم آدمی کا مرنا بجز اُس حالت خاص
کے کہ بہتوں کے بچاؤ کے لئے کسی معقول اور معروف طریق پر مرنا ہی پڑے قوم کے
لئے اچھا نہیں۔ بلکہ بڑی مصیبت اور ماتم کی جگہ ہے۔ اور ایسا شخص جس
کی ذات سے خلق اللہ کو طرح طرح کا فائدہ پہنچ رہا ہے۔ اگر خودکشی کا ارادہ کرے
تو وہ خدائیتعالےٰ کا سخت گنہگار ہے۔ اور اُس کا گناہ دوسرے ایسے مجرموں
کی نسبت زیادہ ہے۔ پس ہر ایک کامل کے لئے لازم ہے۔ کہ اپنے لئے جناب
باریتعالےٰ سے درازئے عمر مانگے۔ تو وہ خلق اللہ کے لئے اُن سارے کاموں
کو بخوبی انجام دے سکے جن کے لئے اوس کے دل میں جوش ڈالا گیا ہے۔ ہاں
شریر آدمی کا مرنا اُس کے لئے اور نیز خلق اللہ کے لئے بہتر ہے۔ تا شرارتوں
کا ذخیرہ زیادہ نہ ہوتا جائے۔ اور خلق اللہ اُس کے ہر روزہ کے فتنہ سے تباہ نہ ہو
جائے۔ اور اگر یہ سوال کیا جائے۔ کہ تمام پیغمبروں میں سے قوم کے بچاؤ کے لئے اور
الٰہی جلال کے اظہار کی غرض سے معقول طریقوں کے ساتھ اور ضروری حالتوں
کے وقت میں کس پیغمبر نے زیادہ تر اپنے تئیں معرض ہلاکت میں ڈالا اور
قوم پر اپنے تئیں فدا کرنا چاہا۔ آیا مسیح یا کسی اور نبی یا ہمارے سید و
مولےٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے تو اس کا جواب جس جوش اور

روشن دلائل اور آیات بینات اور تاریخی ثبوت سے میرے سینہ میں بھرا ہوا ہے
میں افسوس کے ساتھ اسجگہ لکھنا چھوڑ دیتا ہوں کہ وہ بہت طویل ہے یہ تھوڑا سا
مضمون اس کی برداشت نہیں کر سکتا۔ انشاء اللہ القدیر اگر عمر نے وفا کی تو آیندہ
ایک رسالہ مستقلہ اس بارے میں لکھونگا لیکن بطور مختصر اس جگہ بشارت دیتا ہوں
کہ وہ فرد کامل جو قوم پر اور تمام بنی نوع پر اپنے نفس کو فدا کرنے والا ہے۔ وُہ ہمارے
نبی کریم ہیں یعنی سیدنا و مولینا و حبیدنا و ہادینا احمد مجتبٰے محمد مصطفٰے
الرسول النبی الامی العربی القرشی صلے اللہ علیہ وسلم۔

اس جگہ میں نے سچے اور جھوٹے مذہب کی تفریق کے لئے وہ فرق جو زمین پر
موجود ہے۔ یعنی جو باتیں عقل اور کانشنس کے ذریعہ سے فیصلہ ہوسکتی ہیں کسی قدر
لکھدیا ہے۔ لیکن جو فرق آسمان کے ذریعہ سے کھلتا ہے۔ وہ بھی ایسا ضروری ہے۔
کہ بجز اُس کے حق اور باطل میں امتیاز بین نہیں ہوسکتا۔ اور وہ یہ ہے۔
کہ سچے مذہب کے کامل پیرو کے ساتھ خدا تعالےٰ کے ایک خاص تعلقات ہوجاتے
ہیں اور وہ کامل پیرو اپنے نبی متبوع کا مظہر اور اس کے حالات روحانیہ اور برکات
باطنیہ کا ایک نمونہ ہوجاتا ہے۔ اور جس طرح بیٹے کے وجود درمیانی کی وجہ سے
پوتا بھی بیٹا ہی کہلاتا ہے۔ اسی طرح جو شخص زیر سایہ متابعت نبی پرورش
یافتہ ہے۔ اُس کے ساتھ بھی وہی لطف اور احسان ہوتا ہے۔ جو نبی کے
ساتھ ہوتا ہے اور جیسے نبی کو نشان دکھائے جاتے ہیں ایسا ہی اُس کی خاص
طور پر معرفت بڑھانے کے لئے اُس کو بھی نشان ملتے ہیں۔ سو ایسے لوگ اس
دین کی سچائی کے لئے جس کی تائید کے لئے وہ ظہور فرماتے ہیں۔ زندہ نشان
ہوتے ہیں خدائے تعالےٰ آسمان سے اُن کی تائید کرتا ہے۔ اور بکثرت اُنکی
دعائیں قبول فرماتا ہے۔ اور قبولیت کی اطلاع بخشتا ہے۔ اُن پر مصیبتیں
بھی نازل ہوتی ہیں۔ مگر اس لئے نازل نہیں ہوتیں کہ انہیں ہلاک کریں
بلکہ اس لئے کہ تا آخر اُن کی خاص تائید سے قدرت کے نشان ظاہر کئے جائیں
وہ بے عزتی کے بعد پھر عزت پالیتے ہیں اور مرنے کے بعد پھر زندہ ہوجایا کرتے
ہیں تا خدائے تعالےٰ کے خاص کام اُن میں ظاہر ہوں۔

اس جگہ یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ دعا کا قبول ہونا دو طور سے ہوتا ہے۔
ایک بطور ابتلا اور ایک بطور اصطفا بطور ابتلا تو کبھی کبھی گنہگاروں اور

نافرمانوں بلکہ کافروں کی دعا بھی قبول ہو جاتی ہے۔ مگر ایسا قبول ہونا حقیقی قبولیت پر دلالت نہیں کرتا۔ بلکہ از قبیل استدراج و امتحان ہوتا ہے۔ لیکن جو بطور اصطفاء دعا قبول ہوتی ہے۔ اُس میں یہ شرط ہے۔ کہ دعا کرنے والا خدا تعالےٰ کے برگزیدہ بندوں میں سے ہو اور چاروں طرف سے برگزیدگی کے انوار و آثار اُس میں ظاہر ہوں۔ کیونکہ خدا تعالےٰ حقیقی قبولیت کے طور پر نافرمانوں کی دعا ہرگز نہیں سنتا بلکہ اُنہیں کی سنتا ہے۔ کہ جو اس کی نظر میں راستباز اور اُس کے حکم پر چلنے والے ہیں۔ سو ابتلا اور اصطفا کی قبولیت ادعیہ میں مابہ الامتیاز یہ ہے۔ کہ جو ابتلا کے طور پر دعا قبول ہوتی ہے۔ اُس میں متقی اور خدا دوست ہونا شرط نہیں اور نہ اس میں یہ ضرورت ہے۔ کہ خدا تعالےٰ دعا کو قبول کر کے بذریعہ اپنے مکالمہ خاص کے اس کی قبولیت سے اطلاع بھی دیوے اور نہ وہ دعائیں ایسی اعلےٰ پایہ کی ہوتی ہیں۔ جن کا قبول ہونا ایک امر عجیب اور خارق عادت متصور ہو سکے۔ لیکن جو دعائیں اصطفا کی وجہ سے قبول ہوتی ہیں۔ اُن میں یہ نشان نمایاں ہوتے ہیں۔ (۱) اول یہ کہ دعا کرنے والا ایک متقی اور راستباز اور کامل فرد ہوتا ہے۔ (۲) دوسرے یہ کہ بذریعہ مکالمات الہیہ اُس دعا کی قبولیت سے اُس کو اطلاع دی جاتی ہے۔ (۳) تیسری یہ کہ اکثر وہ دعائیں جو قبول کی جاتی ہیں۔ نہایت اعلےٰ درجہ کی اور پیچیدہ کاموں کے متعلق ہوتی ہیں جن کی قبولیت سے کھل جاتا ہے۔ کہ یہ انسان کا کام اور تدبیر نہیں۔ بلکہ خدا تعالےٰ کا ایک خاص نمونہ قدرت ہے۔ جو خاص بندوں پر ظاہر ہوتا ہے (۴) چوتھی یہ کہ ابتلائی دعائیں تو کبھی کبھی شاذ و نادر کے طور پر قبول ہوتی ہیں۔ لیکن اصطفائی دعائیں کثرت سے قبول ہوتی ہیں بسا اوقات صاحب اصطفائی دعا کا ایسی بڑی بڑی مشکلات میں پھنس جاتا ہے۔ کہ اگر اور شخص اُن میں مبتلا ہو جاتا۔ تو بجز خودکشی کے اور کوئی حیلہ اپنی جان بچانے کے لئے ہرگز اُسے منظور نہ آتا۔ چنانچہ ایسا ہوتا بھی ہے۔ کہ جب کبھی دنیا پرست لوگ جو خدا تعالےٰ سے مہجور و دور ہیں۔ بعض بڑی بڑی ہموم و غموم و امراض و اسقام و بلیات لاینحل میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ تو آخر وہ بباعث ضعف ایمان خدا تعالےٰ سے ناامید ہو کر کسی قسم کی زہر کھا لیتے ہیں۔ یا کوئیں میں گرتے ہیں یا بندوق وغیرہ سے خودکشی کر لیتے ہیں۔ لیکن ایسے نازک وقتوں میں صاحب

اصطفا کا بوجہ اپنی قوت ایمانی اور تعلق خاص کے خدا تعالےٰ کی طرف سے
نہایت عجیب و عجیب مدد دیا جاتا ہے ۔ اور عنایت الٰہی ایک عجیب طور سے
اُس کا ہاتھ پکڑ لیتی ہے ۔ یہاں تک کہ ایک محرم راز کا دل بے اختیار بول اٹھتا ہے
کہ یہ شخص موید الٰہی ہے (۵) پانچویں یہ کہ صاحب اصطفائی وعا کا مورد عنایات
الٰہیہ کا ہوتا ہے ۔ اور خدا تعالےٰ اُس کے تمام کاموں میں اُس کا متولی ہو جاتا ہے
اور عشق الٰہی کا نور اور مقبولانہ کبریائی کی مستی اور روحانی لذت یابی اور
تنعم کے آثار اُس کے چہرہ میں نمایاں ہوتے ہیں ۔ جیسا کہ اللہ جل شانہٗ
فرماتا ہے تَعۡرِفُ فِیۡ وُجُوۡہِہِمۡ نَضۡرَۃَ النَّعِیۡمِ
اَلَاۤ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ۝
الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ کَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ ۝ لَہُمُ الۡبُشۡرٰی فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا
وَ فِی الۡاٰخِرَۃِ لَا تَبۡدِیۡلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ ذٰلِکَ ہُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ
اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ
اَلَّا تَخَافُوۡا وَ لَا تَحۡزَنُوۡا وَ اَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ
نَحۡنُ اَوۡلِیٰٓؤُکُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ فِی الۡاٰخِرَۃِ وَ لَکُمۡ
فِیۡہَا مَا تَشۡتَہِیۡۤ اَنۡفُسُکُمۡ وَ لَکُمۡ فِیۡہَا مَا تَدَّعُوۡنَ ۝
وَ اِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیۡ عَنِّیۡ فَاِنِّیۡ قَرِیۡبٌ ۝ اُجِیۡبُ دَعۡوَۃَ الدَّاعِ
اِذَا دَعَانِ فَلۡیَسۡتَجِیۡبُوۡا لِیۡ وَ لۡیُؤۡمِنُوۡا بِیۡ لَعَلَّہُمۡ یَرۡشُدُوۡنَ ۝

* خبردار ہو یعنے یقیناً سمجھ کہ جو لوگ اللہ (جل شانہٗ) کے دوست ہیں ۔ یعنے جو لوگ خدا تعالےٰ
سے سچی محبت رکھتے ہیں اور خدا تعالےٰ ان سے محبت رکھتا ہے ۔ تو ان کی یہ نشانیاں
ہیں ۔ کہ نہ ان پر خوف مستولی ہوتا ہے ۔ کہ کیا کھائینگے یا کیا پینینگے یا فلاں بلا سے کیونکر
نجات ہوگی کیونکہ وہ تسلی دئے جاتے ہیں اور نہ گزشتہ کے متعلق کوئی حزن واندوہ نہیں ہوتا ہے کیونکہ
وہ صبر دئے جاتے ہیں دوسری یہ نشانی ہے کہ وہ ایمان رکھتے ہیں یعنے ایمان میں کامل ہوتے ہیں اور
تقوےٰ اختیار کرتے ہیں یعنے خلاف ایمان خلاف فرمانبرداری جو باتیں ہیں ۔ اُن سے بہت دور رہتے
ہیں ۔ تیسری اُن کی یہ نشانی ہے کہ اُنہیں بذریعہ مکالمہ الٰہیہ رویائے صالحہ بشارتیں ملتی رہتی ہیں
اس جہان میں بھی اور دوسرے جہان میں بھی خدا تعالےٰ کا اُن کی نسبت یہ عہد ہے ۔ جو ٹل نہیں سکتا
اور یہی پیارا درجہ ہے ۔ جو انہیں ملا ہوا ہے ۔ یعنی مکالمہ الٰہیہ اور رویائے صالحہ سے خدا تعالےٰ کے
مخصوص بندوں کو جو اُس کے ولی ہیں ضرور حصہ ملتا ہے ۔ اور اُن کی ولایت کا بھاری نشان یہی ہے کہ مکالمات

اب جاننا چاہیئے کہ محبوبیت اور قبولیت اور ولایت حقّہ کا درجہ جس کے کسی قدر مفصل
طور پر نشان بیان کر چکا ہوں۔ بجز اتباع آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہرگز
حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور سچے متبع کے مقابل پر اگر کوئی عیسائی یا آریہ یا یہودی قبولیت
کے آثار و انوار دکھلانا چاہے۔ تو یہ اس کے لئے ہرگز ممکن نہ ہوگا۔ اور نہایت صاف

و مخاطبات الٰہیہ سے مشرف ہوں۔ (یہی قانون قدرت اللہ جلشانہٗ کا ہے) کہ جو لوگ ارباب
متفرقہ سے منہ پھیر کر اللہ جلشانہ کو اپنا رب سمجھ لیں۔ اور کہیں کہ ہمارا تو ایک اللہ ہی رب ہے۔
(یعنے اور کسی کی ربوبیت پر ہماری نظر نہیں) اور پھر آزمائشوں کے وقت میں مستقیم رہیں (کیسے
ہی زلزلے آویں آندھیاں چلیں تاریکیاں پھیلیں اُن میں ذرہ تزلزل اور تغیر اور اضطراب
پیدا نہ ہو پوری پوری استقامت پر رہیں) تو اُن پر فرشتے اُترتے ہیں (یعنے الہام یا رویاے صالحہ
کے ذریعہ سے انہیں بشارتیں ملتی ہیں) کہ دنیا اور آخرت میں ہم تمہارے دوست اور متولی اور
متکفل ہیں۔ اور آخرت میں جو کچھ تمہارے جی چاہینگے۔ وہ سب تمہیں ملیگا یعنے اگر دنیا میں کچھ
مکروہات بھی پیش آویں۔ تو کوئی اندیشہ کی بات نہیں کیونکہ آخرت میں تمام غم دور ہو جائینگے۔
اور سب مرادیں حاصل ہونگی۔ اگر کوئی کہے۔ کہ یہ کیونکر ہو سکتا۔ کہ آخرت میں جو کچھ انسان کا نفس
چاہے۔ اُس کو ملے میں کہتا ہوں۔ کہ یہ ہونا نہایت ضروری ہے۔ اور اسی بات کا نام نجات ہے۔ ورنہ اگر
انسان نجات پاکر بعض چیزوں کو چاہتا رہا اور اُن کے غم میں کباب ہوتا اور جلتا رہا۔ مگر وہ چیزیں اُس کو
نہ ملیں تو پھر نجات کاہیکی ہوئی ایک قسم کا عذاب تو ساتھ ہی رہا۔ لہذا ضرور ہے کہ جنت یا بہشت یا مکتی
خانہ یا سرگ جو نام اُس مقام کا رکھا جائے جو انتہا سعادت پانے کا گھر ہے وہ ایسا گھر چاہیئے کہ انسان کو
من کل الوجوہ اُس میں صفا خوشی حاصل ہو۔ اور کوئی ظاہری یا باطنی رنج کی بات درمیان نہ ہو اور کسی
ناکامی کی سوزش دل پر غالب نہ ہو۔ ہاں یہ بات سچ ہے۔ کہ بہشت میں نالائق و نامناسب باتیں نہیں ہونگی
مگر مقدس دلوں میں ان کی خواہش بھی پیدا نہ ہوگی بلکہ اُن مقدس اور مطہر دلوں میں جو شیطانی خیالات سے پاک
کئے گئے ہیں۔ انسان کی پاک فطرت اور خالق کی پاک مرضی کے موافق پاک خواہشیں پیدا ہونگی۔ تا انسان اپنی
ظاہری اور باطنی اور بدنی اور روحانی سعادت کو پورے پورے طور پر پالیوے۔ اور اپنے جمیع قوٰی کے کامل
ظہور سے کامل انسان کہلاوے کیونکہ بہشت میں داخل کرنا انسانی نقش کے مٹا دینے کی غرض سے نہیں
جیسا کہ ہمارے مخالف عیسائی و آریہ خیال کرتے ہیں۔ بلکہ اس غرض سے ہے۔ کہ تا انسانی فطرت کے
نقوش ظاہرہ و باطنہ بطور کامل چمکیں اور سب بے اعتدالیاں دور ہو کر ٹھیک ٹھیک وہ امور جلوہ نما
ہو جائیں جو انسان کے لئے بلحاظ ظاہری و باطنی خلقت اُس کی کے ضروری ہیں۔
اور پھر فرمایا۔ کہ جب میرے مخصوص بندے (جو برگزیدہ ہیں) میرے بارہ میں سوال کریں

طریق امتحان کا یہ ہے۔ کہ اگر ایک مسلمان صالح کے مقابل پر جو سچا مسلمان اور سچائی
سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ہو کوئی دوسرا شخص عیسائی وغیرہ معارضہ کے طور پر کھڑا ہو اور یہ کہے
کہ جسقدر تجھ پر آسمان سے کوئی نشان ظاہر ہوگا۔ یا جسقدر اسرار غیبیہ تجھ پر کھلینگے یا جو کچھ قبولیت
دعاؤں سے تجھے مدد دی جائیگی۔ یا جس طور سے تیری عزت اور شرف کے اظہار کے لئے۔
کوئی نمونہ قدرت ظاہر کیا جائے گا یا اگر انعامات خاصہ کا بطور پیشگوئی تجھے وعدہ دیا جائیگا
یا اگر تیرے کسی موذی مخالف پر کسی تنبیہ کے نزول کی خبر دی جائیگی۔ تو ان سب باتوں میں
جو کچھ تجھ سے ظہور میں آئیگا اور جو کچھ تو دکھائیگا وہ میں بھی دکھلاؤنگا۔ تو ایسا معارضہ
کسی مخالف سے ہرگز ممکن نہیں اور ہرگز مقابل پر نہیں آئینگے کیونکہ ان کے دل شہادت
دے رہے ہیں۔ کہ وہ کذاب ہیں۔ انہیں اس سچے خدا سے کچھ بھی تعلق نہیں کہ جو رسولوں
کا مددگار اور صدیقوں کا دوست دار ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے بھی کسی قدر بیان کر چکے ہیں۔
وَهٰذَا اٰخِرُ كَلَامِنَا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّ اٰخِرًا وَّ
ظَاهِرًا وَّ بَاطِنًا هُوَ مَوْلٰنَا نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ

ص اور پوچھیں کہ کہاں ہے۔ تو ان کو کہدیں معلوم ہو کہ میں بہت ہی قریب ہوں اپنے مخلص بندوں کی دعا سنتا
ہوں جب ہی کہ کوئی مخلص بندہ دعا کرتا ہے خواہ دل سے یا زبان سے (سن لیتا ہوں پس اس سے
قرب ظاہر ہے) مگر چاہئے کہ وہ ایسی اپنی حالت بنائیں رکھیں جس سے میں اُن کی دعا سن لیا کروں
یعنے انسان اپنا حجاب آپ ہو جاتا ہے۔ جب پاک حالت کو چھوڑ کر دور جا پڑتا ہے۔ تب خدا تعالے بھی
اُس سے دُور ہو جاتا ہے۔ اور چاہئے کہ ایمان اپنا مجھ پر ثابت رکھیں (کیونکہ قوت ایمانی کی برکت سے
دعا جلد قبول ہوتی ہے) اگر وہ ایسا کریں تو رشد حاصل کرینگے یعنے ہمیشہ خدائے عزوجل اُن کے ساتھ
ہوگا۔ اور کبھی عنایت و رہنمائی الٰہی اُن سے الگ نہیں ہوگی۔ سو استجاب دعا بھی اولیاء اللہ
کے لئے ایک بھاری نشان ہے۔ فتدبر۔ منہ ۔

علامۂ دوراں امام مناظرین زماں حامی دین متین

مولینا مولوی حکیم نورالدین صاحب بھیروی کی طرف سے جوابات

پہلے سوال کا جواب

ہادی اسلام خیر خواہ کافہ انام علیہ الصلوۃ والسلام کو اپنی رسالت اور نبوت پر اپنی صداقت اور کامیابی پر پورا یقین اور پرلے درجہ کا علم و اعتقاد تھا۔ کبھی کسی قسم کا تردد و شک حضور علیہ السلام کے قلب مطہر اور منشرح پر نہیں آیا۔ آپ کا کیا ذکر آپ کے ساتھ والے اور میرے جیسے اتباع بھی آپ کی صداقت اور نبوت پر اعلے درجہ کا یقین رکھتے ہیں ◆

ثبوت

هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ

سورت یوسف رکوع نمبر ا

یہی میری راہ ہے بلاتا ہوں اللہ کی طرف پرلے درجہ کی سمجھ اور بوجھ پر میں اور میرے ساتھ والے بھی ایسے ہیں۔ اور ہر برائی اور نقص سے پاک ہے اللہ۔ اور میں اللہ کے ساتھ کسی امر میں کبھی کسی مخلوق کو ساجھی سمجھنے والا نہیں ◆

دوسری دلیل حضور علیہ السلام کے متردد نہ ہونے پر

قُلْ اِنِّىْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّىْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ۭ مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ ۝

بیشک و شبہ میں اعلے درجے کھلے نشان اپنی راستی اور صداقت پر اپنے رب کی طرف سے رکھتا ہوں اور تم اس راستی کی تکذیب کر چکے۔ میری تکذیب کے بدلہ جو عذاب تم پر نہ ہوا اور تم چاہتے ہو وہ عذاب تم پر جلد آجاوے سو اس عذاب کا تم پر لانا میرے قبضہ قدرت میں نہیں اللہ[1] کے سوا کسی کی حکومت نہیں۔ مگر یاد رکھو۔ منکر دکھ پاوینگے۔ اللہ ظاہر کرتا رہیگا۔ اس حق کو جو میں لایا ہوں اور بیشک وہ رب اللہ تعالےٰ ہے بہت ہی بڑا جھوٹ اور سچ میں فیصلہ کرنے والا جھوٹے کو ذلیل سچے کو فتحمند کریگا۔

[1] اللہ قرآنی محاورہ میں ایسی ذات پاک کا نام ہے جو ہر ایک ملہ صفت سے موصوف اور ہر ایک بدی سے منزہ ہو ◆ نورالدین

تیسری دلیل

قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰنِیْ رَبِّیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا

بیشک و ریب مجھے راہ بتائی میرے رب نے سیدھی راہ ٹھیک اور درست دین کی جس کا نام ابراہیمی دین ہے (اسلام) ایک طرف کا دین ہر طرح کے شرک سے بالکل پاک

چوتھی دلیل

الٓمّٓ ۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ

یہ سورت جس کا نام الم ہے وہ کتاب ہے جس کے اتارنے کا موسیٰ علیہ السلام کی کتاب استثناء کے باب ۱۸ آیت ۱۸ میں وعدہ ہو چکا اسمیں شک و ریب کی جگہ نہیں ٭

پانچویں دلیل

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَیْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا فَكَیْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ

بیشک و ریب ہم نے (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) تمہاری طرف بھیجا بڑا عظمت والا رسول نگران تم پر ٭

اور یہ رسول اس رسول کی مانند ہے جس کو ہم نے فرعون کے پاس بھیجا ۔ منکرو! بتاؤ تو تم کیسے بچو گے عذاب سے اگر تم نے اس رسول کا انکار کیا یعنی اگر فرعون موسیٰ علیہ السلام کے انکار سے سزایاب ہوا تو تم منکرو! کیونکر بچ سکتے ہو ٭

یہ آیت شریف کتاب استثنا کے ۱۸ باب ۱۸ کی طرف راہنمائی فرماتی ہے ٭

غرض ۔ اسی طرح کی بہت آیات قرآن کریم میں موجود ہیں ۔ اور ان آیات سے صاف ظاہر ہوتا ہے حضور علیہ السلام کو اپنی رسالت ۔ نبوت ۔ راستی ۔ اور راستبازی پر پورا اور اعلےٰ درجہ کا یقین تھا ۔

اور اولڈ ٹیسٹمنٹ اور نیو ٹیسٹمنٹ کے ماننے والا بعد انصاف ہرگز انکار نہیں کر سکتا ۔

کیونکہ ۔ استثناء ۱۸ باب ۱۸ میں اور اعمال ۳ باب میں صاف لکھا ہے ۔ کہ ایک نبی موسیٰ علیہ السلام کی مانند آنیوالا ہے ۔ اور توریت میں یہ بھی لکھا ہے کہ جھوٹا نبی جو ازراہ کذب و افترا اپنے آپ کو موسیٰ علیہ السلام کی مانند کہے مارا جاویگا ٭

حضور (فداہ ابی و امی) نبی عرب نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند رسول ہونے کا دعوےٰ فرمایا جیسا گزرا ۔ اور آیت شریف وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ جس کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ تجھے لوگوں سے بچالیگا پڑھ کر پہرہ اور حفاظت کو

بھی دور کر دیا۔ مدینہ کے یہود اور عیسائی قوم کو صاف صاف سنا دیا کہ میں قتل نہ کیا جاؤنگا +

اور اللہ کے فضل سے قتل سے بچ رہے صلے اللہ علیہ وسلم +

عیسائی صاحبان !۔ اگر بنی عرب اس دعوے نبوت میں (اور اور نبوت کا بھی وہ دعوے ہیں کَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا فرماکر استثنا ۱۵ باب ۱۸ اور اعمال ۳ باب والا دعوے ہے۔ اور بالکل ظاہر ہے کہ بنی عرب قتل نہیں کئے گئے) **کاذب ہیں (معاذ اللہ)** تو توریت کتاب مقدس نہیں بلکہ بالکل غلط اور کذب ہے۔ کیونکہ کتاب استثنا کے ۱۸ باب ۱۸ میں لکھا ہے جھوٹا نبی مارا جاویگا۔ لاکن توریت شریف اگر الہام الہی سے ہے اور سچ۔ تو ہمارے ہادی صلے اللہ علیہ وسلم سچے رسول اور فی نفس الامر استثنا ۱۸ باب والے رسول ہیں +

اسیواسطے ۔ قرآن کریم باربار حضرت احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ اور اپنے آپ کو مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ فرماتا ہے۔ کیا معنے قرآن کریم اور بنی عرب نے اپنے ظہور اور حفاظت اور قتل سے بچ کر توریت کو سچا کر دکھایا +

اب آگے سنو۔ قرآن کریم نے دعوے فرمایا ہے" قرآن میں اختلاف نہیں +

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا

قرآن کریم اگر اللہ تعالے کا کلام نہ ہوتا تو اس میں ضرور اختلاف ہوتا اور بہت اختلاف ہوتا۔ کیونکہ اختلاف دو طرح کا ہو سکتا ہے +

اوّل یہ کہ قرآن کریم کے مضامین کو قانون قدرت تکذیب کرے اور قرآنی مطالب الہی انتظام اور فطری قوانین کے مخالف ہوں۔ یا ہمارے فطری قوی ان کو برداشت نہ کرسکیں +

دوسری ۔ صورت اختلاف کی یہ ہے۔ قرانی مضامیں باہم متعارض ہوں +

غور کرو !۔ ان پڑھ عرب کے ان پڑھ عربی نے (اَلَمْ تَرَ فَتَحْنَا مَا اَتٰنَا لَكُمْ) یہ قرآن لوگوں کو سنایا۔ پھر تیرہ سو برس کی سر توڑ نیچرل فلاسفی کی تحقیقات نے حضرت قرآن کلام الرحمن کے کسی مضمون کو یقینی طور پر نہ جھٹلایا۔ اور اس تجربہ سے یقین ہو گیا۔ کہ آئندہ

بھی کبھی نہ جھٹلائے +

دوسری صورت اختلاف کی نسبت عرض ہے

قران کریم تیئیس برس میں لوگوں کو سنایا گیا۔ اور اس مدت دراز میں حضور علیہ السلام کبھی تن تنہا ہیں اور کبھی ہزاروں ہزار خدام پر حکمران۔ کبھی دشمنوں پر حملہ آور اور کبھی احباب کے درمیان۔ گاہے گھر میں بی بیوں سے معاشرت کسی وقت اعدا سے مباشرہ۔ کبھی عرب کی بے دین اور جاہل قوم سے مکالمہ اور کبھی نصاریٰ اور یہود کے علما سے مناظرہ۔ ایک وقت فقر ہے اور دوسرے وقت غنی وغیرہ وغیرہ +

ایسی مختلف حالتوں میں۔ کمزور انسان کے خیالات ہرگز ہرگز یکساں نہیں رہ سکتے ان میں تغیر اور اختلاف ضرور آجاتا ہے۔ مگر قران مجید میں کوئی اختلاف نہیں باآنکہ تیئیس برس اور مختلف حالتوں میں اترا +

اور قران مجید نے اپنی صفت میں یہ بھی فرمایا ہے

کِتَابًا مُّتَشَابِهًا جب میں نے قران مجید سے ثابت کر دیا۔ کہ نہ تو حضور علیہ السلام کو کوئی شک وشبہ ہے اور نہ قران میں اختلاف۔ تو اب سائل کے سوال پر توجہ کرتا ہوں کیوں؟ اس لئے کہ مجھے کو کتاب مجید اور فرقان حمید سے جیسے کہ ابھی ثابت ہوا کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم یقین کے اعلے درجہ پر تھے اور قران میں اختلاف نہیں پھر سائل کہتا ہے کہ قران سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہادی اسلام متشکک تھے۔ بڑی دلیل سائل کی سورۂ بقرہ کی آیت ذیل ہے + اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ۔

سو اس کا پہلا جواب یہ ہے لَاتَكُوْنَنَّ نفی کا صیغہ ہے نہ نہی کا اور تاکید کے واسطے نون مشدد اس کے آخر زیادہ کیا گیا تو لَاتَكُوْنَنَّ ہو گیا۔ مشدد نون ماضی اور حال پر نہیں آسکتا پس لَاتَكُوْنَنَّ استقبال کا صیغہ ہو گا۔ اب اس تحقیق پر آیت کے یہ معنے ہونگے +

یہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے۔ (چونکہ الہی الہام اور دلائل سے یہ حق ثابت ہو گیا) تو تو کبھی شک والوں میں سے نہ ہو گا +

دوسرا جواب۔ ہم نے مانا لَا تَکُوْنَنَّ نفی نہیں۔ نہی کا صیغہ ہے۔ مگر ہم کہتے ہیں نہی دو قسم ہوتی ہے۔ ایک طلب ترک فعل۔ دوم طلب عدم فعل۔ سائل کا اعتراض اس صورت میں ہے کہ یہاں نہی کو بغرض طلب ترک فعل لیا جاوے۔ جس کا یہ مطلب ہے۔ کہ مخاطب فعل شک کو ترک کردیوے۔ مگر ہم کہتے ہیں یہاں شک معدوم ہے۔ اور نہی کا منشا یہ ہے کہ جیسے شک معدوم ہے آئندہ بھی معدوم رہے +

تیسرا جواب۔ سائل! یہاں آیت فَلَا تَکُوْنَنَّ میں ایسا کونسا امر ہے جس کے باعث ہم کو خواہ مخواہ ماننا پڑے کہ لَا تَکُوْنَنَّ کے مخاطب ہادی اسلام ہیں صلے اللہ علیہ وسلم۔ ہم کہ سکتے ہیں بدلائل مذکورہ سابقہ حضور علیہ السلام کو اپنے رسالت پر یقین تھا اور قرآن کریم میں اختلاف نہیں +

اس لئے ثابت ہؤا۔ لَا تَکُوْنَنَّ کا مخاطب کوئی متردد اور شک کرنے والا آدمی ہے۔ نہ حضور علیہ السلام +

چوتھا جواب۔ ہم نے مانا۔ اس جملہ لَا تَکُوْنَنَّ کے مخاطب ہمارے پاک ہادی علیہ السلام ہیں مگر عبری اور عربی کا طرز کلام باہم قریب قریب ہے۔ اور کتب مقدسہ کا غیر محرف حصہ اور قرآن کریم دونوں ایک ہی متکلم کے کلمات ہیں۔ اور دونوں ایک ہی مخرج سے نکلے ہیں اور دونوں کا محاورہ ہے کہ اعلا مورث کو مخاطب کیا جاتا ہے اور مراد اس مورث کی قوم ہوتی ہے کسی کو خطاب کرتے ہیں اور کسی دوسرے کو مقصود بالخطاب رکھتے ہیں +

(۱) یرمیاہ۔ ہائے کہ وہ دن بڑا ہے یہاں تک کہ اس کی مانند کوئی نہیں وہ یعقوب کی مصیبت کا وقت ہے۔ یرمیا۔ ۳ باب ۷-۱۰ اے میرے بندہ یعقوب ہراساں مت ہو۔ یرمیاہ ۴۴ باب ۲۸-

خداوند کا یہودہ کے ساتھ بھی ایک جھگڑا ہے اور یعقوب کو جیسے اس کی روشیں ہیں ویسی سزا دیگا۔ ہوسیع ۱۲ باب ۲-

(۲) اور میں لبالب ہوں کہ یعقوب کو اس کا گناہ اور اسرائیل کو اس کی خطا جتادوں میکہ ۳ باب ۸ یعقوب کی رونق کو اسرائیل کی رونق کی مانند پھر بحال کریگا۔ نحوم ۲ باب ۲- اے کرازین (یہ ایک گاؤں کا نام ہے جو افسوس اور ملامت کے قابل نہیں) تجھ پر افسوس ہے اے بیت صیدا (یہ بھی گاؤں ہے) تجھ پر افسوس متی ۱۱ باب ۲۱- اے یروشلم اے یروشلم (یہ بیت المقدس ہے) جو نبیوں کو مار ڈالتی ہے متی ۲۳ باب

۴۷ - ایسی صد ہا کتب مقدسہ میں صد ہا جگہ دیکھ لو۔ اب اس طرح کے محاورات قرآن کریم سے سنو۔

(۱) یَا أَیُّهَا النَّبِیُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ ۔	اے نبی! جب تم لوگو! عورتوں کو طلاق دو
(۲) یَا أَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِینَ وَالْمُنَافِقِینَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیمًا حَكِیمًا +	اے نبی خدا سے ڈر اور کفار کی فرمانبرداری اور منافقوں کی اطاعت مت کر بیشک اللہ تعالےٰ جو کچھ تم (عام لوگوں کو خطاب) کرتے ہو اس سے خبردار ہے
(۳) - وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُسُلِنَا	پوچھ ان رسولوں سے جو تجھ سے پہلے گزرے -

ان مقامات میں دیکھ لو یا کے لفظ سے مخاطب کون ہے - اور طَلَّقْتُمْ سے کون الی کے لفظ میں مخاطب کون اور تعملون کے لفظ سے کون معلوم ہوتا ہے - من سے مراد کون ہے اور قبلک کس کا پتہ دیتا ہے +

پانچواں جواب - میں نے مانا لَا تَكُونَنَّ نہی کا صیغہ ہے اور نہی بھی بمعنی طلب ترک ہے - اور یہاں مخاطب بھی سرور کائنات اور مفخر موجودات ہیں صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اور مراد بھی وہی ہیں - مگر میں کہتا ہوں جب لَا تَكُنْ نہی کے صیغہ پر نون مشددہ تاکید کے لئے آیا - اور نون تاکید مشدد ماضی اور حال پر ہرگز آتا نہیں - جس فعل پر آتا ہے اس کو استقبالی فعل کر دیتا ہے - پس لَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِینَ کے معنے یہ ہونگے +

اے محمد تو زمانہ ماضی اور حال میں شک کرنے والا نہیں رہا - اب آگے زمانہ استقبال میں بھی متردد اور متشکک نہ رہیو - گویا یہ الہی دعا ہے جو یقیناً قبول ہے یا جس حالت میں تیری جبلت ہی ایسی تعلیم پر تردد والی نہیں تو اب تو میرے مطالب دلائل سے مدلل ہو چکے +

چھٹا جواب میں نے بفرض محال مان لیا تردد واقع ہوا تو کیا ایسا تردد حسب مسلمہ عیسائیوں کے نبوت کے عہدہ سے معزول کر سکتا ہے ہرگز ہرگز نہیں دیکھو موسےٰ علیہ السلام کی توریت کتاب خروج اور کتاب قاضی موسےٰ علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے بنی اسرائیل کی نجات کے لئے منتخب فرمایا - تو حضرت موسےٰ فرماتے ہیں - میں کون ہوں جو فرعون کے پاس جاؤں اور بنی اسرائیل کو مصر سے نکالوں - خروج ۳ باب ۱۱ - پھر موسےٰ علیہ السلام لگے عذر کرنے کہ میں اچھی طرح بول نہیں سکتا اور پھر اللہ تعالےٰ نے بتاکید کہا - کہ تو جا میں تیرے ساتھ ہوں - پھر اپنی کمزوری پر ان سب باتوں پر بقول عیسائیوں کے اطمینان نہ ہوا تو عرض کیا کہ کسی اور کو مصر میں

بھیج تب باریتعالےٰ ،،موجودہ توریت کہتی ہے،، کا غصہ موسےٰ پر بھڑکا۔ دیکھو تب خداوند کا غصہ موسےٰ پر بھڑکا۔ خروج ۴ باب ۱۴
اور جدعون نے جو کچھ کیا ہے۔ وہ کتاب قاضی ۶ باب ۳۶-۴۰ ورس سے ظاہر ہے۔ کیسے امتحانات کرتا رہا۔ ذرا منصف عیسائی اس پر پھر غور کریں +

دُوسرے سوال کا جواب

میں نے قران کریم کو اس سوال کے خیال پر بہت بار دیکھا۔ مگر باہمہ تامل و تفکر مجھے کچھ معلوم نہ ہوا کہ سائل نے قران مجید کی کونسی آیت سے ایسا سوال نکالا۔ خاکسار سائل کے سوال کو بغرض سہولت بیان تین حصّوں پر تقسیم کرتا ہے +

حصہ اوّل سوال کا یہ ہے۔ اگر محمدؐ پیغمبر ہوتے تو اس وقت کے سوالوں کے جواب میں لاچار ہوکر یہ نہ کہتے کہ خدا کو معلوم ہے یعنے مجھے معلوم نہیں +

خاکسار عرض پرداز ہے۔ مخالف اور موافق لوگوں نے حضور علیہ السلام سے جس قدر سوال کئے اُن کا جواب اگر ممکن تھا تو حضور علیہ السلام نے ضرور دیا ہے۔ قران میں حسب ذیل سوالات کا تذکرہ موجود ہے منصف غور کریں۔ اوّل رمضان کے مہینہ اور روزوں کے چاند کا تذکرہ جب قران کریم نے کیا تو لوگوں نے رمضان کے اور اور چاندوں کا حال دریافت کیا۔ جیسے قران کہتا ہے۔ اور ماہ رمضان کے تذکرہ کے بعد اس سوال کا تذکرہ کرتا ہے +

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ	پوچھتے ہیں تجھ سے رمضان کے سوا اور چاندوں کا حال یعنی ان میں کیا کرنا ہے اس سوال کے جواب سوال کے بعد ہی بیان کیا گیا۔ اور جواب دیا۔
قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ	تو اس سوال کے جواب میں کہ دے یہ چاند لوگوں کے فائدہ اٹھانے کے وقت ہیں اور بعضے چاندوں میں حج کے اعمال ادا کئے جاتے ہیں۔

دوسرا سوال یہ ہے يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۔ سوال کرتے ہیں کیا خرچ کریں اسکا جواب قران نے دیا ہے۔

مَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ	جو کچھ خرچ کرو مال سے تو چاہئے کہ وہ تمہارا دیا اور خرچ کیا تمہارے والدین اور تمہارے رشتہ داروں اور یتیموں اور غریبوں اور مسافروں کے لئے ہو
تیسرا سوال يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ	پوچھتے ہیں تجھ سے حرمت والے مہینہ کے متعلق کہ اس میں جنگ کا کیا حکم ہے۔ تو جواب دیا۔
قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ وَ	تو جواب دے اس مہینہ میں لڑائی کرنا بڑی بات ہے اور اس سے

صَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ	حج وعمرہ کیسی عبادت سے روکنا لازم آتا ہے۔
چوتھا سوال يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ	پوچھتے ہیں تجھ سے شراب اور جوئے کی بابت تو جواب دے +
فِيْهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ	شراب خوری اور قمار بازی نہایت بڑی اور بری بدکاری ہے۔
پانچواں سوال يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ	پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں۔ تو جواب دے
اَلْعَفْوَ	اپنی حاجت سے زیادہ مال کو خرچ کرو۔
چھٹا سوال يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ	پوچھتے ہیں حیض میں عورت سے صحبت جائز ہے یا نہیں تو جواب دے
هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ	حیض کے دنوں میں جماع کرنا دکھ دیتا ہے حیض کے دنوں میں عورتوں کی صحبت سے الگ رہو۔
ساتواں سوال يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى	پوچھتے ہیں یتیموں کے متعلق۔ جواب دے۔
اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ	یتیموں کے مال عزت۔ پرورش غرض ہر طرح ان کی اصلاح اور سنوار عمدہ بات ہے
آٹھواں سوال يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا اُحِلَّ لَهُمْ	پوچھتے ہیں کیا کچھ کھانے میں حلال ہے جواب دے
اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ	تمہارے لئے تمام وہ چیزیں جو غالب عمرانات کے سلیم الفطرتوں میں ستھری اور پسندیدہ ہیں وہ تو حلال کردی گئیں۔
نواں سوال يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ	تجھ سے پوچھتے ہیں غنیمت کی تقسیم کا مسئلہ تو جواب دے
اَلْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ	غنیمت کی تقسیم اللہ پھر رسول کے اختیار میں ہے۔
دسواں سوال يَسْئَلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ	ذوالقرنین کا قصہ تجھ سے پوچھتے ہیں تو جواب میں قصہ سنا دے
اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ	سے ذوالقرنین کا قصہ شروع کردیا۔ اور بقدر ضرورت اسے تمام کیا یہ ذوالقرنین وہ ہے جس کا ذکر دانیال ۸ باب ۸ میں ہے۔
گیارھواں سوال يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ	تجھ سے پوچھتے ہیں ایسے مضبوط پہاڑ کیا ہمیشہ رہینگے تو جواب دے
يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا	اڑادیگا اور پہاڑوں کو پاش پاش کردیگا میرا رب۔
بارھواں سوال يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ	تجھ سے سوال کرتے ہیں قران کس طرح بنایا ہوا ہے تو جواب دے
مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ	یہ قران میرے رب کا حکم۔ اور اسی کا کلام ہے۔

یاد رکھو میں نے روح کا ترجمہ قران کیا ہے۔ اس کے کئی باعث ہیں +

اول قران میں خود اس وحی اور کلام الٰہی کو روح کہا گیا وَالْقُرْاٰنُ يُفَسِّرُ بَعْضُهٗ بَعْضًا دیکھو

كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا	اور اس طرح وحی کی ہم نے تیری طرف روح اپنے حکم سے +
دوم يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ	کے ماقبل اور مابعد صرف قران کریم کا تذکرہ ہے تاں ممکن ہے

کہ ہم اس آیت میں روح کے معنے اُس فرشتہ کے لیں جو وحی لاتا تھا اور جس کا نام اسلامیوں میں جبرئیل ہے یا یوں کہیں کہ روح کے مخلوق اور غیر مخلوق ہونیکا سوال ہوا جواب دیا گیا روح حادث اور رب کے حکم سے ہوا ہے۔

تیرھواں سوال یَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ مانگتے ہیں تجھ سے یہودی اور عیسائی اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ اہل کتاب کہ اُن پر اُتار دے تو ایک کتاب آسماں سے یہ سوال اہل کتاب نے اس لئے کیا کہ محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دعوے کیا ہے کہ میں موسےٰ کی مانند نبی ہوں اور وہی ہوں جس کی بابت توریت استثنا کے ۱۸ باب ۱۸ میں پیش گوئی موجود ہے +

اور اس نبی کی پیش گوئی توریت میں اس طرح لکھی تھی +

تجھ سا ایک نبی برپا کرونگا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالونگا۔ استثنا ۱۸ باب ۱۸ پس لامحالہ اس نبی کے واسطے کوئی ایسی کتاب آسماں سے نہ اترے گی جو لکھی لکھائی آجاوے کیونکہ توریت میں تو لکھا ہے "اپنا کلام اس کے منہ میں دونگا" پس ایسے سوال کے جواب میں فرمایا

فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً +

باقی پانچ سوال یہ ہیں جن کے جواب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرمایا ہے میرا رب جانتا ہے

اوّل يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا پوچھتے ہیں قیامت کی گھڑی کب ہوگی جواب یا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ سپارہ ۹ سورۂ اعراف رکوع ۱۳ تو کہ اس کا علم میرے رب ہی کے پاس ہے

دوسرا يَسْئَلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ پوچھتے ہیں جزا کا دن کب ہوگا جس کا جواب کچھ نہیں دیا۔ سپارہ ۲۶ سورت ذاریات غالباً اس لئے کہ وہ ہمیشہ ہی یا اس لئے کہ ان کی مراد سے قیامت ہے

تیسرا يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا پوچھتے ہیں وہ گھڑی کب ہوگی جس کا جواب یا فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا سپارہ ۳۰ سورۂ نازعات تجھے ایسے قصوں سے کیا اس کا علم رب تک ہے

چوتھا يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ پوچھتے ہیں اس ساعت سے جس کا جواب یا اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ سپارہ ۲۲ سورۂ احزاب رکوع اس کا علم صرف اللہ کے پاس ہے

پانچواں يَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا جس کا جواب یا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ سپارہ ۹ سورت اعراف رکوع ۱۳ تجھ سے پوچھتے ہیں کیا تو ایسی بات کے پیچھے پڑا ہوا ہے اس کا علم اللہ کے پاس ہے

لاکن اس سوال کا جواب نہ دینے سے نبوت میں کوئی نقص نہیں آتا۔ کیونکہ حضرت مسیح فرماتے ہیں اس دن اور اس گھڑی کو میرے باپ کے سوا آسمان کے فرشتہ تک کوئی نہیں جانتا متی ۲۴ باب ۳۶ اور جگہ فرماتے ہیں۔ اس دن اور اس گھڑی کی بابت سوا باپ کے نہ تو فرشتے جو آسمان پر ہیں اور نہ بیٹا کوئی نہیں جانتا ہے۔ مرقس ۱۳ باب ۳۲۔

سائل اور اس کے ہم خیال غور کریں۔ اس گھڑی کی بابت حضرت مسیح کیا فتوے ایسی گھڑی کا وقت نہ بتانا۔ اگر نبوت اور رسالت میں خلل انداز ہے۔ تو حضرت مسیح کی نبوت اور رسالت بلکہ عیسائیوں کی مانی ہوئی مسیح کی الوہیت میں خلل پڑیگا +

سائل کے سوال کا دوسرا حصہ

اور اصحاب کہف کی بابت ان کی تعداد میں غلط بیانی نہ کرتے۔

جواب ۔ قرآن کریم نے اصحاب کہف کی تعداد بیان فرمائی اور نہ رسول کریم نے معلوم نہیں ہو سکتا کہ سائل نے غلط بیانی کا الزام کیونکر لگایا جب حضرت رسالت مآب نے تعداد کو بتایا ہی نہیں اور اس کا بیان ہی نہیں کیا۔ تو غلط بیانی کہاں سے آگئی مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے سائل کسی کے دھوکہ میں آ کر یہ سوال کر بیٹھا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں جہاں اصحاب کہف کا قصہ لکھا ہے۔ وہاں تعداد کے متعلق یہ آیت ہے

سَيَقُولُونَ ثَلَٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَثَامِنُهُمْ ۔ قُل رَّبِّي أَعْلَمُ بِعِدَّتِهِم مَّا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ

سورہ کہف سپارہ ۱۵۔

ترجمہ۔ لوگ کہینگے تین ہیں چوتھا ان کا کتا۔ اور کہتے ہیں پانچ ہیں چھٹا اُن کا کتا ہے۔ بے نشانہ تیر چلاتے ہیں اور کہتے ہیں سات ہیں اور آٹھواں کتا ہے۔ تو کہدے (اے محمد) میرا رب ہی اُن کی تعداد جانتا ہے اور اُن کو تھوڑے ہی جانتے ہیں +

اس آیت شریف سے صاف صاف واضح ہے کہ لوگ ایسا ایسا کہینگے۔ اور لوگ فلاں فلاں تعداد اصحاب کہف کی بیان کرینگے۔ لاکن ان لوگوں کا کہنا "بے نشانہ تیر چلانا ہے" اعتبار کے قابل نہیں +

غرض ۔ حضرت نبی عرب نے کوئی تعداد اصحاب کہف کی نہیں بتائی +

اور سائل کے سوال کا تیسرا حصہ یہ ہے

اور یہ نہ کہتے کہ سورج چشمہ دلدل میں چھپتا ہے یا غرق ہوتا ہے حالانکہ سورج زمین سے لوکروڑ حصے بڑا ہے وہ کس طرح دلدل میں چھپ سکتا ہے +

الجواب

سائل صاحب! تمام قرآن کریم میں کہیں نہیں لکھا کہ سورج چشمہ دلدل میں چھپتا یا غرق ہوتا ہے پادریوں کو مدت سے یہ دھوکا لگا ہے کہ قرآن میں ایسا لکھا ہے۔ حالانکہ قرآن میں نہیں لکھا بات یہ ہے کہ ذوالقرنین کا قصہ جس کا ذکر دانیال نبی کی کتاب ۸ باب ۲ میں ہے۔ قرآن کریم نے ایک جگہ بیان فرمایا ہے اور اس میں کہا ہے جب وہ مادہ اور فارس کا بادشاہ اپنے فتوحات کرتا ہوا بلاد شام کے مغرب کو پہنچا تو اس خاص زمین کے مغرب میں ایک جگہ "سورج دلدل میں ڈوبتا" ذوالقرنین کو معلوم ہوا +

غالباً جب ذوالقرنین بلیک سی و بحیرہ اسفو یا ڈنیوب کے کنارے پہنچا تو اس وقت ذوالقرنین کو اس نظارہ کا موقع ملا ہم نے مانا کہ سورج زمین سے بہت بڑا ہے۔ لاکن چونکہ ہم سے بہت ہی دور ہے اس واسطے ہم کو چھوٹا سا دکھائی دیتا ہے اور زمین چونکہ کروی الشکل ہے اس واسطے غروب کے وقت ہم کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زمین کے فلان حصہ یا پہاڑ کے فلانے چوٹی کے پیچھے یا ناظر کے افق کے فلان درخت کے پیچھے یا اگر ہمارے مغرب میں پانی اور دلدل ہو جیسے ذوالقرنین کو موقع لگا۔ تو ہم کو مغرب کے وقت سورج اس پانی اور دلدل میں غروب ہوتا ہوا معلوم دیگا۔

تیسرے سوال کا جواب

پہلا جواب۔ جن آیات کریمہ کا سائل نے حوالہ دیا ہے۔ اور ان سے استدلال کیا ہے کہ حضور ہادی اسلام سے کوئی معجزہ ظہور پذیر نہیں ہوا ان میں معجزہ کا لفظ بالکل موجود نہیں پس آیات سے کیونکر ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام سے کوئی معجزہ سرزد نہ ہوا +

دوسرا جواب۔ وہ کون لفظ ہے جس سے سائل کو ظاہر ہوا اور اس نے کہا۔ کہ اس سے صاف ظاہر ہے خدا نے کوئی معجزہ نہیں دیا۔ حالانکہ جو ترجمہ آیت کا سائل نے خود لکھا ہے اس میں بھی معجزے کا لفظ نہیں +

تیسرا جواب۔ اگر آیت یا آیات کے لفظ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت خاتم الانبیا سرور اصفیا کے ہاتھ پر کوئی معجزہ نہیں ہوا۔ تو سائل صاحب غور کریں اور خوب غور کریں۔ کیونکہ سورۂ عنکبوت اور سورہ بنی اسرائیل سے جن کا حوالہ سائل نے دیا ہے معاملہ بالعکس نظر آتا ہے۔ دونو سورتیں تاکید معجزات کے وجود کو ثابت کرتی ہیں +

اوّل سورۂ عنکبوت کی آیت نشان دادہ معترض کے پہلے یہ آیات ہیں +

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتٰبَ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَمِنْ هٰؤُلَاۤءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ	ایسے ہی ہم نے اتاری تجھ پر کتاب سمجھ والے اہل کتاب تو اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور مکہ والوں سے بھی کچھ اس پر ایمان لانے والے ہیں۔ اور ہماری نشانیوں (معجزوں) کا کافروں کے سوا کوئی منکر نہیں +
وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ	تو اس وقت سے پہلے لکھا پڑھا نہیں تھا ایسی بات ہوتی تو یہ جھوٹے دھوکا کھاتے۔ کیا معنے اب دھوکے کے باعث منکر نہیں صرف ضد اور ہٹ اور عداوت کے سبب سے منکر ہو رہے ہیں +
بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ	بلکہ یہ (قرآن) کھلی نشانیاں ہیں علم والوں کے لئے اور ہماری نشانیوں سے وہی منکر ہیں جو بڑے

ظالم ہیں۔ اور کہتے ہیں کیوں نہ اتریں اس پر نشانیاں اس کے رب سے۔ تو کہ نشانیاں تو اللہ پاس ہیں۔ وہی بھیجتا ہے۔ اور میں نہ ماننے والوں کو کھلا ڈر سے خبر دینے والا ہوں۔ کیا ان کو یہ نشانیاں کافی نہیں جو	وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الظَّالِمُونَ وَقَالُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَاتٌ مِّن رَّبِّهِ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِندَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ سورۂ عنکبوت

ہم نے اتاری تیری طرف کتاب پڑھی جاتی ان پر۔

منصف عیسائیو! اگر لفظ آیت جس کے معنے نشانی کے ہیں اور لفظ آیت کی جمع لفظ آیات کے معنے معجزے کے ہیں۔ تو قران کریم بہت جگہ معجزہ کو ثابت کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ محمدی معجزوں کے منکر جن کو آیہ کہا جاتا ہے۔ کافر ہیں فاسق ہیں۔ اور ظالم۔ غور کرو *

اور بیشک ضرور ہی بھیجیں ہم نے تیرے پاس کھلی نشانیاں اور ان کا منکر کوئی نہیں مگر فاسق لوگ	وَلَقَدْ أَنزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ س سورہ بقرہ رکوع ۱۱
بے ریب کھلے نشان ہیں علم والوں کے دلوں میں اور ہمارے نشانوں سے ظالموں کے سوا کوئی بھی منکر نہیں	بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الظَّالِمُونَ
عرب کے منکروں کو سورۂ بنی اسرائیل میں حکم ہوتا ہے ان لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہی ہوگا جب بجھنے لگے اس کی آگ کو زیادہ تیز کرینگے یہ اس لئے کہ ان کو بدلہ ہے اس کفر کا جو انہوں نے ہمارے نشانوں سے کیا	مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنَاهُمْ سَعِيرًا ذَٰلِكَ جَزَاؤُهُم بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا *

یادداشت

ہم پہلے سوال کے جواب میں لکھ چکے ہیں۔ قران کریم میں ہرگز ہرگز اختلاف نہیں جب قران کریم نے بتا دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ کی صداقت پر ہم نے نشان بھیجے تو ایسا ہرگز ممکن نہ ہوگا کہ قران میں یہ بھی لکھا کہ ہم نے نشان نبوت حضرت نبی عرب کو نہیں دئے کیونکہ ایسا ماننے سے قران میں اختلاف ہو جائیگا اور قران میں اختلاف نہیں علاوہ بریں کسی قرانی آیت میں یوں نہیں آیا کہ ہم نے نشانات نبوت محمد صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کو نہیں دئے معجزوں کے انکار پر جن آیات سے سائل اور اس کے کسی ہمخیال عیسائی اور ان کے پیرو آریہ نے استدلال کیا ہے ان آیات پر مفصل گفتگو تصدیق براہین میں دیکھو وہ بقدر ضرورت یہاں عرض ہے *

پہلے وہ آیت جس کی نبی عرب اور محسن تمام خلق صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے منکروں نے دھوکہ کھایا ہے۔ اور جس کا ذکر بہت سننے میں آیا ہے یہ ہے

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ اِلَّآ اَنْ کَذَّبَ بِھَا الْاَوَّلُوْنَ سورۃ بنی اسرائیل سپارہ ۱۵

اس آیت شریف سے منکرین نے یقین کیا ہے کہ حضرت نبی عرب پر معجزہ کا ظہور نہیں ہوا۔ کیونکہ معنے اس آیت کے یہ سمجھے ہیں کہ پہلوں نے معجزات کو جھٹلایا اس واسطے ہم معجزات کے بھیجنے سے رُک گئے ۔ مگر یہ **ان کا خیال غلط ہے۔**

اوّل اس لیئے کہ معجزات اور آیات کے وجود کا تذکرہ قرآن کریم میں بکثرت موجود ہے اور محمد صاحب صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے معجزات کے نہ ماننے والوں کو اس لیئے کہ بداہت اور موجودہ چیز کے منکر ہیں۔ ظالم اور فاسق اور کافر کہا ہے۔ اور اِلَّا کا لفظ جو مَا مَنَعَنَا والی آیت میں ہے۔ عرب کی زبان میں جن کی بولی پر قرآن کریم ہے زائد بھی آتا ہے ۔ دیکھو ذو اکرمہ کا یہ قول ۔

حراجیج ما تنفک اِلَّا مناخۃ علی الخسف او نرمی بھا بلدا قفرا	میرے لمبے قد کی اونٹنی ذلیل بیٹھی رہتی ہے یا اس کو دور دراز کے بے آب و گیاہ میدانوں کا سفر کرتا ہوں

دیکھو **اس تحقیق پر**۔ اس آیت شریف کے معنی جس کو منکرین معجزہ پیش کرتے ہیں یہ ہوئے ۔ اور نہیں منع کیا ہم کو نشانوں کے بھیجنے سے پہلوں کی تکذیب نے کم سے کم یہ آیت انکار معجزہ پر صاف اور واضح دلیل نہ رہی کیونکہ اس آیت سے معجزہ کا ثبوت نکلتا ہے نہ نفی وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ اِنْ ھٰذَا اِلَّا بِنَا ئیدِ روح القدس

دوم ۔ اس لیئے کہ اِلَّا ایک حرف ہے جس کے معنے واؤ عاطفہ بھی آتے ہیں دیکھو معانی اور نحو کی بڑی بڑی کتابیں ۔ اور ثبوت کے لئے دیکھو یہ آیت شریف

اِنِّیْ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوْٓءٍ سپارہ ۱۹ سورت نمل	اللہ تعالٰی فرماتا ہے میرے پاس پیغمبر رسولوں کو نہیں خوف ہی نہیں جنہوں نے گناہ کرتے کرتے گناہوں کو چھوڑ دیا۔ اور گناہ ہو چکے جا بجا نیکی کرنے لگے

امام اخفش ۔ امام فراء امام ابو عبید ائمہ لغت و نحو نے کہا ہے یہاں اِلَّا واؤ کے معنے پر آیا ہے ایسے ہی آیت شریف ۔

لِئَلَّا یَکُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَیْکُمْ حُجَّۃٌ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْھُمْ سورت ۲ بقر	تو کہ نہ رہے تم پر عام لوگوں اور خاص کر بدکاروں کی کوئی حجت اور دلیل پھر

اس تحقیق پر منکرین کے پیش کردہ آیت یہ معنی ہونگے ۔

اور نہیں منع کیا ہم کو آیات کے بھیجنے سے کسی چیز نے و منکروں کی تکذیب نے اور یہ عطف خاص کا ہوگا عام

غور کرو۔ منکروں کی تکذیب ہرگز ہرگز معجزات کے روکنے والے نہیں اگر ان کی تکذیب
روکتی تو فرعون نے حضرت موسےٰ علیہ السلام کے بڑے بڑے معجزات کا انکار کیا تھا۔
پھر کیا اللہ تعالےٰ نے حضرت موسٰی کو معجزات عطا نہ کئیے۔ بلکہ منکر ہمیشہ انکار کرتے
رہے۔ اور معجزات بھی آتے رہے * وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وھذا بتائید روح القدس

تیسرا۔ اس لئے کہ ہم نے مان لیا۔ یہاں الا کا لفظ زائد نہیں۔ عاطفہ بھی نہیں بلکہ
استثنا کے واسطے ہے الْاٰیات کا الف اور لام عہد اور خصوصیت کے معنے دیگا یا عموم اور استغراق
پہلی صورت عہد اور خصوصیت کی اگر ہو گی تو آیت کے یہ معنے ہونگے اور نہیں منع کیا
ہم کو خاص آیات کے بھیجنے سے مگر پہلوں کی تکذیب نے۔ اس سے یہ نکلا کہ خاص
آیات اور کوئی خاص معجزات نہ آوینگے۔ اس سے عموم معجزات کی نفی ثابت نہیں ہوتی۔
دوسری صورت یعنی اگر الف اور لام سے عموم اور استغراق لیا جاوے
تو یہ معنی ہونگے کل آیات کے ارسال سے پہلوں کی تکذیب نے روکا۔ مگر اس سے یہ
نہیں نکلتا کہ کوئی بھی معجزہ نہیں بھیجینگے *

چہارم اس لئے۔ کہ۔ اس مامنعنا والی آیت سے اتنا ہی نکلتا ہے کہ اللہ
تعالےٰ کو معجزات کے بھیجنے سے تکذیب کے ماورا کسی چیز نے نہیں روکا۔ اور
ظاہر ہے کہ یہ کوئی روک نہیں۔ کہیں منکروں کی تکذیب سے باری تعالےٰ حجت
کو بند کر دیتا ہے۔ ہمیشہ انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کی تکذیب ہوئی مگر وہ آتے رہے
ہمیشہ معجزات پر تکذیب ہوا کی اور معجزات ہوا کئے

الٰہی طاقتیں اور قوتیں منکرین کی روک سے رکتی نہیں۔ منعنا لفظ کے معنے
ہیں روکا ہم کو۔ اس لفظ کے یہ معنی نہیں کہ ہم رک گئے۔ ہاں۔ اگر قران کریم
میں یوں ہوتا مَا امْتَنَعْنَا اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ
جس کے معنی ہیں نہیں رکے ہم آیات اور نشانات کے بھیجنے سے مگر اس لئے کہ پہلوں
نے تکذیب کی۔ تو البتہ منکرین معجزہ کی تقریر کچھ تھوڑی دور تک چل پڑتی مگر
قران میں امتنعنا نہیں۔ منعنا ہے۔ جس کے معنی ہیں روکا ہم کو۔ نہ یہ کہ
رکے ہم *

غرض تکذیب نے روکا اور باری تعالےٰ نہ رکا۔ رکنے کے ثبوت میں بفرض وتسلیم یہی آیت اور
نہ رکنے کا ثبوت وہ آیات ہیں جن میں ثبوت آیات ہے وَالْقُرْاٰنُ مُتَشَابِهًا اے
يُصَدِّقُ بَعْضُهٗ بَعْضًا

قران کریم کی آیات متشابہ ہیں یعنی ایک آیت دوسری آیت کے مصدق ہوتی ہے۔ نہ اس کے مخالف اور مکذب ھذا ایضاً بتائید روح القدس والحمد للہ رب العٰلمین

پنجم اس لئے۔ کہ بعض وہ معجزات جن کو یہودی اور عیسائی اور اہل مکہ اہل کتاب کے سمجھانے اور بہکانے سے پوچھتے تھے جو حضور علیہ الصلواۃ و السلام کی پیش گوئیوں اور بشارتوں کے بالکل خلاف تھے۔ اور ایسے معجزات کو مخالف لوگ اس واسطے طلب کرتے تھے کہ اگر یہ معجزات خلاف بشارات ظہور پذیر ہوئے تو ہم بشارات اور حضور کی ان پیش گوئیوں کے ذریعہ حضور پر اعتراض کرینگے جو انبیا نے کتب مقدسہ میں حضور کے حق میں کئے ہیں۔ اور اگر ایسے معجزات بلحاظ ان بشارات کے ہم کو دکھائے نہ گئے۔ تو معجزات کے نہ ہونیکا الزام قائم کر دینگے مثلاً۔ حضور علیہ السلام کی نسبت ایک بشارت میں یہ آیا ہے کہ جو کلام اس نبی موعود پر اتریگا وہ ایک دفعہ کتاب کے طور پر نازل نہ ہوگا۔ بلکہ وہ کلام اس نبی موعود صلے اللہ علیہ وسلم کے منہ میں رکھا جائیگا کچھ یہاں اور کچھ وہاں۔ غور کرو کتب مقدسہ کی آیات ذیل۔

ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کرونگا۔ اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالونگا۔ استثنا ۱۸ باب ۱۸۔ حکم پر حکم۔ حکم پر حکم۔ قانون پر قانون۔ قانون پر قانون ہوتا جاتا۔ تھوڑا یہاں تھوڑا وہاں۔ ہاں وہ وحشی سے ہونٹوں اور اجنبی زبان سے اس گروہ سے باتیں کریگا۔ یسعیا ۲۸ باب ۹

ان آیات سے صاف عیاں ہے کہ اس نبی موعود کو جو کلام عطا ہوگا وہ اس نبی کے منہ میں ڈالا جاویگا۔ اور بتدریج نازل ہوگا۔ کچھ یہاں کچھ وہاں یعنی کچھ مکہ میں اور کچھ مدینہ میں کچھ کہیں کچھ کہیں۔ اب قران کریم کی طرف نگاہ کرو۔ اس میں ایک جگہ لکھا ہے۔ کافر کہتے ہیں

ترقی فی السماء ولن نؤمن لرقیک حتی تنزل علینا کتابا نقرءہ

تو اے محمد چڑھ جا آسمان میں اور ہم تیرے چڑھنے پر تجھے نہ مانینگے جب تک اوپر سے ایسی کتاب نہ لاوے جس کو ہم پڑھ لیں

اب تبلائیے اس طلب کا بجز اس کے کیا جواب ہوسکتا ہے کہ پاک ذات ہے میرا رب اس نے میرے لئے جو تجویز فرمادی وہ ناقص نہیں کہ اب اس تجویز کو بدلاوے۔ اور میں تو بشر رسول ہوں۔ بشر رسول تو ہمیشہ وہی معجزات دکھاتے رہے جو ان کی بشارت کے برخلاف نہ تھے اور وہی نشان لائے جو اللہ تعالے

نے اُن کے واسطے مقرر فرمائے تھے۔

ششم۔ اس لئے کہ معجزات کا ظہور اور انبیا کا فرمودہ کبھی بتدریج ظہور پذیر ہوتا ہے اور انبیا علیہم الصلواۃ والسلام چونکہ بشر اور رسول ہوتے ہیں۔ وہ کوئی ایسی مخلوق نہیں ہوتے کہ خدائی ارادے کا خلاف چاہیں۔ شریر لوگ ایسے موقت معجزات کو قبل از وقت چاہتے ہیں۔ چونکہ وہ معجزات وقت معین پر ظاہر ہونے والے اور مشروط بشرائط ہوتے ہیں۔ اس لئے قبل از تحقق شرائط اور اس وقت معین کے ظہور پذیر نہیں ہو سکتے۔ مثلاً حضرت موسےٰ علیہ السلام اور ان بنی اسرائیل سے جو فرعون کی سخت تکالیف اٹھا رہے تھے وعدہ ہوا کہ تم کو کنعان وغیرہ کا ملک عطا ہوگا دیکھو توریت۔ میں نے اپنے لوگوں کی تکلیف جو مصر میں ہیں یقیناً دیکھی۔ اور ان کی فریاد جو خراج کے محصولوں کے سبب سے ہے سنی۔ اور میں ان کے دکھوں کو جانتا ہوں اور میں نازل ہوا ہوں کہ انہیں مصریوں کے ہاتھ سے چھڑاؤں۔ اور اس زمین سے نکال کے اچھی وسیع زمین میں جہاں دودھ اور شہد موج مارتا ہے لیجاؤں۔ کنعانیوں۔ حیتوں۔ اموریوں فرزیوں حویوں یبوسیوں کی جگہ میں لاؤں خروج ۳ باب ۷۔ ۹۔

مگر دیکھو یہ وعدہ اس قوم کے حق میں پورا نہ ہوا جنہوں نے فرعون سے دکھ اٹھایا دیکھو۔

خداوند نے تمہاری باتیں سنیں اور غصہ ہوا۔ اور قسم کھاکے یوں بولا کہ یقیناً ان شریر لوگوں میں ایک بھی اس اچھی زمین کو جس کے دینے کا وعدہ میں نے ان کے باپ دادوں سے قسم کھاکے کیا ہے نہ دیکھے گا۔ مگر یقینہ کا بیٹا کالب اسے دیکھیگا ایسے استثنا۔ ۱ باب ۳۵۔ ۳۶۔

ایسے ہی۔ چند معجزات کفار مکہ نے طلب کئے ہیں۔ جن کا ذکر ذیل میں ہے۔

۱۔ وَقَالُوا لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنبُوعًا۔

۲۔ أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِّن نَّخِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْأَنْهَارَ خِلَالَهَا تَفْجِيرًا ۳ أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا أَوْ تَأْتِيَ بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ قَبِيلًا ۴ أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِّن زُخْرُفٍ ۵ أَوْ تَرْقَىٰ فِي السَّمَاءِ وَلَن نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّىٰ تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَّقْرَؤُهُ ۗ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا ۝

آیات مرقومہ بالا سے معلوم ہوتا ہے۔کفار مکہ نے ایسے چھ معجزہ حضرت علیہ السلام سے طلب کئے جو اُس وقت سروست منکروں کو دکھائے نہیں گئے۔مگر غور کرو یہ معجزے کیوں طلب کئے گئے اور کیوں انکار فوری ظہور نہ ہوا ✦

پہلا معجزہ۔جس کو کفار مکہ نے طلب کیا ہے کہ ا لارض یعنی اس خاص مکہ کی زمین میں چشمے چلیں ✦

اور **دوسرا معجزہ**۔جس کو انہوں نے مانگا یہ ہے

کہ تیری کھجوروں اور انگوروں کے ایسے باغ ہوں جن میں نہریں چلتی ہوں ۔ یہ دونو معجزے اس واسطے طلب کئے گئے۔کہ کتب مقدسہ بضمن بشارات محمدیہ لکھا ہے ہاں میں بیابان میں ایک راہ اور صحرا میں ندیاں بناؤنگا۔اور دشت کے گیدڑ اور شتر مرغ میری تعظیم کرینگے کہ تین بیابان میں پانی اور صحرا میں ندیاں موجود کرونگا کہ وے میرے لوگوں کو **میرے برگزیدوں کو** پینے کے لئے ہوویں۔میں نے ان لوگوں کو اپنے لئے بنایا وے میری ستائش کرینگے یسعیا۔۴۳ باب ۱۹- ۲۱ تک۔ اور دیکھو ✦

کس نے یعقوب کو حوالہ کیا کہ غنیمت ہوویں اور اسرائیل کو کہ لٹیروں کے ہاتھ میں پڑے۔کیا خداوند نے نہیں جس کے مخالف ہوگئے انہوں نے گناہ کیا۔کیونکہ انہوں نے نہ چاہا کہ اس کی راہ چلیں۔یسعیا۔۴۲ باب ۲۴۔ اور یسعیا کے ۲۱ باب میں عرب کی بابت الہامی کلام یوں ہیں۔پانی لیکے پیاسے کا استقبال کرنے آؤ اے تیمہ کے سرزمین کے باشندو روٹی لیکے بھاگنے والے کے ملنے کو نکلو یسعیا ۲۱ باب ۱۴ اور پھر کہا ہے۔مزدور کے سے ٹھیک ایک برس میں قیدار کی ساری حشمت جاتی رہیگی اور تیراندازوں کے جو باقی رہے قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائینگے۔ ان آیات سے اتنا تو معلوم ہوتا ہے کہ بیابان اور صحرا میں چشمے جاری ہونگے ندیاں چلینگی۔مگر اس میں یہ لکھا ہے کہ برگزیدوں کو پینے کے لئے ہوویں دیکھو یسعیا ۴۳ باب ۲۰ بنی اسرائیل کے ایسے باغ عربوں کے ہاتھ ضرور آوینگے جن میں نہریں چلتی ہوں مگر بنی اسرائیل مکہ میں آباد نہیں۔وہ زمانہ ہجرت کے بعد ہے جس میں یہ بشارۃ پوری ہوگئی ✦

کفار اہل کتاب کے بہکانے پر دھوکہ دیتے ہیں۔مگر دیکھو نبوی معجزات اور محمدیہ کرامات کیسے زبردست ہیں۔اللہ تعالے کے برگزیدوں کے واسطے اس بیابان

عمدۃ الناظرین مولینا مولوی غلام نبی صاحب امرتسری تاجر کتب کی طرف سے جوابات

پہلے سوال کا جواب

تمام قرآن شریف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب حضرت محمد صلعم ابتدائے بعثت رسالت سے وفات شریف تک ایک ہی عقیدہ و ایک ہی خیال پر مستحکم و قائم رہے اور آپ کو اپنی نبوت و رسالت کی نسبت کبھی تردد اور شک نہیں ہوا۔ اور ہمیشہ اپنی رسالت کے فرض کو بڑی سرگرمی سے ادا کرتے رہے اور آپ نے شرک۔ بت پرستی اور بدعات کو جو دیگر باطل مذاہب میں داخل تھیں زندگی بھر کبھی تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ ان کا نام و نشان دنیا کے پردے سے مٹانے میں ساعی و سرگرم رہے۔ اور باوجود اس کے مخالفین نے آپ کو طرح طرح کی تکلیفیں دینی شروع کیں کفار مکہ نے علیحدہ یہودی علیحدہ۔ عیسائیوں نے علیحدہ۔ آنحضرت اپنی پیش کردہ تعلیم سے کبھی نہیں ہٹے بلکہ با این ہمہ اپنی صداقت بھری تعلیم کے مبارک اثر سے تھوڑے ہی عرصے میں دنیا کے کل باطلہ مذاہب پر غالب آگئے۔ یہ سب اس امر کے واسطے شاہد عادل ہیں کہ آنحضرت اپنی رسالت کی نسبت کبھی تشکی نہیں ہوئے۔ آیا یہ آیت جو سورۂ البقرہ و سورۂ انعام میں ہے (وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ) اس آیت سے رفع و ازالہ شک ثابت ہوتا ہے۔ نہ اثبات شک۔ اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ پیغمبر خدا کو اپنی رسالت کی نسبت کسی قسم کا شک تھا ایسی معنے مراد لینے قرآن شریف کی عام حقیقت کے برخلاف ہیں۔ مثلاً عیسائی اپنی دعا میں خدا کے مقابل میں یہ کلمہ استعمال کرتے ہیں کہ تیرے نام کی **تقدیس** ہو۔ کیا وہ اس سے یہ سمجھتے ہیں۔ کہ ان کے اس لفظ کے کہنے کے بغیر خدا کا نام مقدس نہیں ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہی کہینگے کہ کلام و الفاظ و محاورات میں ایسا ہی بولا جاتا ہے۔ ایک زبان کے محاورات حقیقت کو نہیں بدل سکتے +

دوسرے سوال کا جواب

مخبر صادق و رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بروئے قرآن شریف تین قسم کے معجزات ثابت ہوتے ہیں۔ علمی۔ قدرتی۔ عقلی۔ معجزات کے معنوں پر میں نے ایک رسالہ لکھا تھا اس میں ان تینوں قسموں کے معجزات

بیان کئے تھے اور اس رسالہ کی چند جلدیں ۱۸۹۹ء کے حمایت اسلام کے سالانہ جلسہ کی تقریب پر ارسال کر دی تھیں۔ میں اس وقت سمجھتا ہوں کہ اس جگہ قدرتی و عقلی معجزات کو قلم بند کروں۔ مخفی نہ ہو کہ قدرتی معجزات آنحضرت کے دو قسم کے ہیں۔ ایک اجمالی دوئم تفصیلی اجمالی معجزات کے واسطے یہ دو آیتیں ہیں۔ اول آیت سورۂ والصّٰفّٰت کے رکوع اول میں ہے۔

(وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ) ترجمہ۔ جس وقت نصیحت دیجاتی ہے نہیں قبول کرتے اور جب دیکھتے ہیں ٹھٹھا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے۔ اس آیت کے ظواہر الفاظ سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت نے کفار مکہ کو تعلیم اور معجزات دونوں دکھائے اور سنائے اور کفار مکہ نے عوض اس کے نہ صرف ٹھٹھا ہی کیا بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہا کہ یہ جادو ہے۔

آیت دوئم۔ سورۂ آل عمران کے رکوع نہم میں ہے۔ (كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ) ترجمہ۔ کیونکر ہدایت کرے اللہ اس قوم کو جس نے ایمان لانے کے بعد انکار کیا۔ اور رسول کے برحق ہونے کی شہادت دی اور آئے اُن کے پاس معجزے۔ اس آیت سے بھی اوپر کا مضمون ثابت ہوتا ہے۔ غرض دونو آیتیں آنحضرت کے اجمالی معجزوں کے ثبوت میں دلیل بیّن ہیں۔ ان دونو آیات میں۔ لفظ آیت بیّنہ کے معنے معجزہ کے لئے گئے ہیں۔ اس پر عیسائی کہ سکتے ہیں کہ لفظ آیت مشترک ہے۔ قران کی آیت کو بھی کہتے ہیں تو پھر خصوصیت معجزہ کے معنے کی کس طرح ہو سکتی ہے۔ قران شریف سے یہ شک و شبہ اس طرح سے رفع ہو سکتا ہے کہ لفظ آیت کے دو جدا جدا معنے لینے کے لئے ایک ایک قرینہ ہے جس سے یا تو تعلیم قرانی مراد ہوگا یا معجزہ مثلاً سورۂ الجاثیہ کے اول رکوع میں ہے (يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ) ترجمہ۔ سنیں اللہ کی باتیں اس پر پڑھی جاویں۔ اس آیت کے الفاظ کے سننے اور پڑھے جانے سے یہ ثابت و ظاہر ہے کہ یہاں لفظ آیت سے تعلیم مراد ہے۔ اور سورۂ والنازعات کے رکوع اول میں ہے (فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى) ترجمہ پس دکھائی (یعنی موسٰے نے فرعون کو) نشانیاں بڑی۔ یہاں لفظ دکھلانے کے قرینہ سے آیت کے معنے نشانی کے نکلتے ہیں۔ کیونکہ جو نشان حضرت موسے نے فرعون کو دکھائے تھے معجزے تھے

معجزات تفصیلی۔ (۱) سورۂ قمر کی پہلی آیت میں یوں مسطور ہے (اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ)

ترجمہ - قریب آئی وہ گھڑی اور پھٹ گیا چاند اور اگر دیکھے کوئی نشانی منہ پھیرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمیشگی کا جادو ہے۔ اس آیت کے صریح الفاظ سے چاند کا پھٹنا (جو ایک معجزہ آنحضرت کا تھا) ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے کہ دو قرینے ہیں۔ اول یہ انشق ماضی کا صیغہ ہے اور اپنے فاعل سے قائم ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ ہم شروع کلمہ میں اس کے مستقبل کے معنے لیں اس واسطے بموجب الفاظ آیت کے یہ امر وقوع پایا ہے۔ پس یہ معجزہ ہے۔ دویم یہ (یَرَوْا اٰیَةً اِلٰی اٰخِرِہٖ) یعنے یہ کہ جب دیکھتے ہیں کوئی معجزہ اور منہ پھیرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے یہ مضمون بھی اسی بات پر دلالت کرتا ہے کہ اول کفار نے کوئی معجزہ دیکھا اور بعد میں یہ کلمات کہے ورنہ جب انہوں نے کوئی معجزہ ہی نہیں دیکھا تھا تو منہ کس سے پھیرتے تھے اور جادو کس کو کہتے تھے +

(۲) سورۂ انفال کے دوسرے رکوع میں ہے (فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى) ترجمہ - پر تم نے انہیں نہیں قتل کیا - لیکن اللہ نے اور تو نے نہیں پھینکی تھی مٹی جس وقت پھینکی تھی لیکن اللہ تعالےٰ نے اس آیت سے دو باتیں نکلتی ہیں - ایک یہ کہ مسلمانوں نے اپنے مخالفین کفار کو تلوار یا پتھروں سے قتل کیا - دوئم یہ کہ آنحضرت نے ایک مٹھی خاک سے کفار مشرکین کو ہلاک کر دیا یہ بھی ایک بھاری معجزہ ہے کیونکہ کبھی کسی انسان نے ایک مٹھی خاک سے ایک بڑے کثیر لشکر کو ہلاک نہیں کیا - اور ان کے سوا بہت سے معجزات ہیں جن کی تفصیل کتب بسیط میں ہے +

معجزات عقلی - (۱) سورۂ روم کی پہلی آیت میں یہ مذکور ہے (الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ) ترجمہ مغلوب ہو گئے ہیں رومی بیچ بہت نزدیک زمین کے وہ پیچھے مغلوب ہونے اپنے کے شتاب غالب آوینگے - مطابق اس پیشین گوئی کے اہل روم فارس پر غالب آئے اصل واقع یوں ہے روم و فارس کے بادشاہ ملک کی سرحد پر لڑتے تھے اور یہ دونوں ولائتیں عرب کے نزدیک تھیں - جب ان کی لڑائی ہو رہی تھی کفار مکہ چاہتے تھے کہ اہل فارس جیتیں کیونکہ اہل فارس آتش پرست تھے) اور اہل مکہ (مسلمان) یہ چاہتے تھے کہ اہل روم جیتیں (کیونکہ یہ اہل کتاب تھے) ان دونو بادشاہوں کی لڑائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل روم مغلوب اور اہل فارس غالب ہوئے اس پر مسلمانوں کو نہایت رنج اور قلق ہوا کیونکہ وہ چاہتے تھے اہل روم غالب آویں خدا تعالےٰ

نے اس آیت شریف میں بطور پیشین گوئی کے یہ فرمایا کہ اگر اہل روم مغلوب ہو گئے ہیں
عنقریب ہی غالب آئینگے چنانچہ مطابق اس پیشین گوئی کے اگرچہ فارس والوں کا کیا
ہی عمدہ انتظام کیوں نہ تھا مگر رومی غالب آہی گئی ✦

(۲) سورۂ نور میں مذکور ہے (وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ
فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ) ترجمہ۔ یعنی وعدہ دیا اللہ
نے جو لوگ تم میں ایمان لائے ہیں اور کئے ہیں کام نیک البتہ پیچھے حاکم کریگا ان کو ملک میں
جیسا حاکم کیا تھا ان کے اگلوں کو یہ پیشین گوئی اس زمانہ میں کی گئی تھی جس کا نقشہ
حالی صاحب نے مسدس میں بیان کیا گیا ہے جس صاحب عقل نے اس نقشہ کو غور او فکر سے ملاحظہ
کیا ہوگا وہ کبھی یقین نہیں کر سکتا کہ ایسی قوم بادشاہ اور حاکم ہوگی اور چونکہ یہ فرمودہ اور وعدہ اس عالم الغیب
کا تھا جس نے آن حضرت کو تبلیغ رسالت پر ممتاز فرمایا۔ اس بادیہ نشین قوم نے اپنی سلطنت کو اس قدر وسعت
اور علوم وفنوں کو ایسی نمایاں ترقی دی کہ مخالف بھی قائل ہیں چنانچہ ریورنڈ روڈ وائل دیباچہ ترجمہ
انگریزی قرآن میں لکھتے ہیں اور اسی پر اکتفا کرتے ہیں ✦

قولہ۔ عرب کے بادیہ وصحرا نشین بھیڑیاں چرانے والے بدو لوگ شہروں اور ملکوں کے بسانے
والے بنگئے اور مشرق سے مغرب تک علم کے قلابے جمع کر دئے جیسا کسی نے اس قوم پر سحر
کر دیا ہوتا ہے حضرت محمد صلعم اور قرآن کا ظہور بیشک عرب کے لئے قدوم میمنت لزوم اور بابرکت
تھا گو عیسائی مذاق پر نہ ہوگا۔ اگرچہ اور بھی بہت سے مخالفین صاحبوں نے اس مضمون کی تائید لکھی ہے مگر بہ
سبب خوف تنگی وقت کی اسی پر اکتفا کیا گیا ✦

(۳) سورۂ فتح میں ہے (لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ
اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ) ترجمہ۔ البتہ تحقیق سچ
دکھلایا اللہ نے رسول اپنے کو خواب ساتھ سچ کے البتہ داخل ہو گئے تم مسجد حرام میں اگر چاہا اللہ نے
منڈاتے ہوئے سروں اپنے کو اور کترتے ہوئے اور بے ڈر ہو کر داخل ہونیکی خبر دیگئی ہے جو اس حالت
کی طرف اشارہ ہے کہ کفار مشرکین مکہ پر چہار طرف سے مسلمانوں کو مارتے اور ایذا دیتے اور تنگ کرنے سے ملتے
تھے اور مسلمانوں میں اس قدر طاقت نہیں تھی کہ اس کا دفعیہ کرتے چنانچہ مطابق اس کے پیشین گوئی پوری ہوئی
اور آج تک مسلمان بموجب اس پیشین گوئی کے باامن حج اور نمازیں ادا کرتے ہیں یہ سب معجزات قدرتی تھیں
جو قرآن شریف سے ثابت ہوتے ہیں اور ان آیتوں کا مطلب جو معترض نے معجزات کی نفی عام میں پیش کئے ہیں جیسا کہ
سورۂ بنی اسرائیل وعنکبوت وانعام کے ان سے نفی عام ثابت نہیں ہوتے بلکہ نفی خاص کیونکہ آن حضرت صلعم کی بعض معجزات
معجزات قرآن شریف سے ثابت ہوتے ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے تو پھر نفی عام کیونکر ہو سکتی ہے مذکورہ آیات میں جن

نفی خاص معجزات کی ہے یہ نفی اس واسطے کی گئی ہے کہ طلب کرنیوالے معجزات کے اگر معجزہ دیکھ بھی لیتے۔ تو بھی ایمان نہ لاتے جیسا کہ اُن کی ضد انہی آیات کے ماقبل کی آیات سے معلوم ہوتی ہے جب کفار کی ایسی نیت ہو۔ تو پھر ان کو معجزہ دکھانے سے کیا فائدہ تھا۔ ایسوں کو نہ دکھلانا بہتر ہے۔ اور رسول اکرم کا معجزہ طلب کرنیوالوں کو یہ کہنا۔ کہ تمام معجزات اللہ کے پاس ہیں اس سے یہ مقصود کہ خدائے تعالےٰ کی عظمت و جلال و قدرت کا اظہار ہے۔ جس سے توحید الٰہی کی تکمیل و تفضیلت ثابت ہوتی ہے اور خدا اور انسان میں فرق ظاہر ہوتا ہے۔ نفی معجزات۔ اور ایسی توحید کے لئے تمام انبیا معبوث ہوئے توحید کی تکمیل کے لئے حضرت محمد آخر الزمان نبی نے کتم عدم سے عالم شہود میں جلوہ فرمایا۔ اور اس مخبر صادق نے نہایت عمدہ وجہ سے صفات و توحید باریتعالےٰ کو بڑی وضاحت سے بیان فرمایا۔ کیونکہ بخوبی معلوم تھا کہ آپ کے بعد اور کوئی نبی نہیں آئیگا۔ اسی واسطے قرآن شریف میں توحید کی نسبت کوئی پہلو بیان سے باقی نہیں چھوڑا ہر ایک امر میں توحید الٰہی کو مقدم رکھا اس طرح کے بیان سے نفی معجزات نہیں ہوتی۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے۔ باوجود ہونے عقیدت معجزہ طلب کرنے کے اپنے طلب کنندوں کو معجزہ نہ دکھلایا (دیکھو) متی ۱۲ باب ۳۸ آیت ۱۶ باب ۱ آیت مرقس ۸ باب ۱۱ آیت۔ لوقا ۲۳ باب ۸ آیت حضرت عیسےٰ نے صرف معجزہ سے انکار کیا۔ بلکہ طلب کرنیوالوں کو گالیاں دیں۔ دیکھو مذکورہ بالا مقامات کو حضرت محمد صلعم اور حضرت مسیح کی نفی خاص معجزات میں بڑا فرق پاؤ گے حضرت نے باوجودیکہ معجزے کے طالب دشمن تھے تو بھی ان کو نہایت عظمت والا جواب دیا۔ جس سے خدا کی قدرت اور جلال ظاہر ہوتا ہے۔ اور حضرت عیسےٰ نے باوجود ایسے عقیدت کی آرزو معجزہ طلب کرنیکے اپنے مخالفین کو گالیاں دیں

تیسرے سوال کا جواب

ذوالقرنین) کا چشمہ دلدل میں سورج کو ڈوبتے ہوئے معائنہ کرنا یہ سورہ کہف میں بیان ہوا ہے اس آیت کی طرز عبارت سے یہ معلوم نہیں ہوتا۔ کہ سورج فی الواقع دلدل میں ڈوبتا ہے بلکہ اللہ تعالےٰ نے ذوالقرنین کی ایک حالت کا بیان کیا ہے۔ کہ ذوالقرنین کو ایسا معلوم ہوا کہ سورج دلدل میں ڈوبتا ہے اور اسی قسم کی حالت اکثر جہاز کے سواروں اور پہاڑ کے رہنے والوں پر ظاہر ہوتی ہے۔ جہاز والے کے خیال میں سورج پانی میں ڈوبتا ہے اور پہاڑیوں کے خیال میں سورج پہاڑ میں ڈوبتا ہے قران شریف کا ہرگز یہ منشا نہیں ہے کہ سورج در حقیقت دلدل میں ڈوبتا ہے جو سب دنیا کے لئے حجت ہو اور تمام جہان کے لوگ ان کو ایسا ہی مان لیں بلکہ ایک ذوالقرنین کی ایک خاص حالت کا بیان ہے۔ کہ وہ ایک ایسے موقع پر تھے کہ سورج اس کو دلدل میں ڈوبتا ہوا نظر آیا فقط

اور وعظ کہتے ہیں۔ مولوی حافظ شیخ غلام محی الدین صاحب صوفی بحیثیت وکیل انجمن بیرونجات میں انجمن کے مقاصد
کی اشاعت فرماتے ہیں۔ اور برادران اسلام انجمن کے واسطے امداد طلب کرتے ہیں۔ ان کے پاس قلمی سند مثبتہ دستخط
میر مجلس ممبران انجمن موجود ہے۔ سولہ زنانہ مدرسے ہیں۔ جن میں کلام اللہ اور دینی کتابوں کی تعلیم ہوتی ہے
اور ضروری دستکاری بھی سکھائی جاتی ہے۔ ۱۰ محرم ۱۳۰۱ ہجری سے لڑکوں کی دینی و دنیوی تعلیم کے لئے مدرسۃ المسلمین
لاہور میں جاری ہے۔ جو پہلے اپر پرائمری تک تھا۔ یکم جنوری ۱۸۸۸ء سے مڈل کے درجے تک اور یکم جنوری ۱۸۸۹ء
سے انٹرینس کے درجے تک پہنچ گیا ہے۔ جوں جوں مسلمان بھائی ہمت کرکے انجمن کی امداد کرینگے۔ یہ سکول بھی آہستہ
آہستہ ترقی کرکے انشاء اللہ کبھی مسلمانان پنجاب کا مرکز تعلیم ہوگا۔ شروع ۱۸۸۹ء سے سکول کے متعلق ایک بورڈنگ
ہوس بھی قائم ہوگیا ہے۔ جس میں بورڈروں کی ہر طرح کی نگرانی نہایت خوش اسلوبی سے ہوتی ہے۔ انجمن
کے دفتر میں ہفتہ وار جلسہ وعظ ہوتا ہے جس میں واعظوں کے سوا تعلیم یافتہ مسلمان اپنی تحریروں اور
تقریروں سے اپنے بھائیوں کو مستفید کرتے ہیں۔ انجمن کے میر مجلس صاحب اپنے مکان پر ہر روز کلام اللہ کا ترجمہ
انجمن کی اغراض کے لئے للہ پڑھاتے ہیں۔ ایک ماہوار رسالہ چھپتا ہے۔ جس میں انجمن کی کارروائی اور
تہذیب کے ساتھ مخالفین مذہب اسلام کے سوالوں کے جواب اور ان کے مذہب کی تردید اور مسلمانوں کی حالت
کی درستی کے متعلق مضامین شائع ہوتے ہیں۔ بچوں کی تعلیم کے واسطے کتب مندرجہ پشت چھپ گئی ہیں۔
اور اور کتابیں بھی تیار ہورہی ہیں۔ جو مرتب ہونے کے بعد آہستہ آہستہ انشاء اللہ چھپتی جائینگی۔ مسلمانوں کے
لاوارث یتیم اور مسکین بچوں کی پرورش کے واسطے جو بے کسی کی حالت میں غیر مذہب والوں کے ہاتھ میں آکر گمراہ
و مرتد ہوجاتے ہیں۔ یتیم خانہ کھل گیا ہے اس میں ۔۔ مفلس یتیم داخل ہیں۔ جن کی خوراک و پوشاک کا نہایت
معقول انتظام ہے۔ علاوہ ازیں بعض یتیم بچوں کو مدرسے میں وظیفہ۔ بعض کو فیس اور بعض کو سامان تعلیم دیا
جاتا ہے۔ اور لوکل گورنمنٹ کی خدمت میں درخواست کی گئی ہے۔ کہ جو ایسے بچے پنجاب کی کچہریوں میں آئیں
وہ انجمن کو دئے جائیں۔ اگر مسلمان بھائیوں نے مال زکوٰۃ وغیرہ دے کر مدد کی۔ تو یہ سب کام انشاء اللہ اور
بھی زیادہ خوش اسلوبی کے ساتھ پورے ہونگے ✦

پس مندرجہ بالا مقاصد اور کارروائیوں کے لحاظ سے سب مسلمانوں پر فرض ہے۔ کہ وہ اس انجمن کے مقاصد کی تکمیل
کے لئے زر سے۔ زبان سے۔ قلم سے مدد کریں۔ اور جس طرح ہوسکے۔ ان کے پورا کرنے کے لئے ہر وقت مستعد
رہیں۔ تاکہ دین اور دنیا میں ان کو سرخروئی حاصل ہو ✦

اشتہار

کتابوں کے منگوانے یا انجمن کے متعلق اور کسی معاملے میں جو خط و کتابت کی جائے۔ وہ سب مولوی
کرم بخش صاحب مینیجر مطبع اسلامی و کارپرداز سکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور کے نام ہونا چاہئے
مگر روپیہ ہمیشہ منشی تاج الدین صاحب فنانشل سکرٹری انجمن و اکونٹنٹ دفتر اگزیمنر ناردرن
ویسٹرن ریلوے لاہور کے نام ہونا چاہئے ✦

المشتہر

شمس الدین جنرل سکرٹری انجمن

کتب موجودہ دفتر انجمن حمایت اسلام لاہور

تختہ حروف اردو جلی .. ۶ پائی
اردو کا قاعدہ .. ۶ پائی
اردو کی پہلی کتاب لڑکوں کے واسطے ار۶ پائی
ایضاً لڑکیوں کے واسطے ار۶ پائی
ایضاً دوسری کتاب .. ۲ر۶ پائی
ایضاً تیسری کتاب .. ۵ر
اردو میں دینیات کا پہلا رسالہ ار۳ پائی
〃 دوسرا رسالہ ار۹ پائی
〃 تیسرا رسالہ ۲ر۳ پائی
صرف اردو کا ابتدائی رسالہ .. ۲ر
فارسی کی پہلی کتاب .. ار۹ پائی
ایضاً دوسری کتاب .. ۲ر۳ پائی
ایضاً تیسری کتاب .. ۴ر
ایضاً چوتھی کتاب .. ۸ر
صرف فارسی کا ابتدائی رسالہ ۱ر
تختہ حروف عربی جلی .. ۶ پائی
عربی کا قاعدہ .. ۶ پائی
عربی کی پہلی کتاب .. ۲ر
عربی میں دینیات کی پہلی کتاب ار۳ پائی
〃 دوسری کتاب .. ۲ر۶ پائی
〃 تیسری کتاب .. ۳ر۶ پائی
انگریزی کا قاعدہ .. ۳ پائی
محمڈن سکول انگلش پرائمر .. ار۶ پائی
ایضاً فسٹ ریڈر .. ۳ر۶ پائی
ایضاً سکنڈ ریڈر .. ۴ر۶ پائی
ایضاً گرامر .. ار۶ پائی
انگریزی بول چال .. ۴ر
ایک عیسائی کے تین سوالوں کے جواب ۳ر
ابطال الوہیت مسیح علیہ السلام ۳ر
تحریف قرآن کا جواب .. ۶ پائی
اثبات اصول اسلام .. ۲ر
مولوی حافظ نذیر احمد صاحب کا لکچر ار۶ پائی
ازالۃ الشبہات .. ار۶ پائی
تقدیس الانبیا .. ۳ر
اعجاز التنزیل .. [illegible]
فصل الخطاب لمقدمۃ اہل الکتاب [illegible]
تصدیق براہین احمدیہ حصہ اول [illegible]
ریاض الصالحین .. [illegible]
جواہر الصمدیہ .. [illegible]
نیر اعظم .. ۳ر
مخزن الامثال .. ۳ر
رفیق الطلبا .. ۸ر

سفینہ ضروریہ .. ار۳ پائی
تریاق اکبری .. ۳ر۶ پائی
تفہیم الرشد .. ۳ر
عشرہ کاملہ .. ۶ پائی
قوت فیصلہ .. ۲ر
نور اسلام .. ار۶ پائی
مرقع حکمت .. ۳ر
پارہ قرآن شریف کلاں مترجم [illegible]
قرآن شریف مترجم بامحاورہ [illegible]
قرآن شریف معہ تفسیر حسینی [illegible]
قرآن شریف سجاوندی [illegible]
قرآن شریف مترجم بسہ ترجمہ [illegible]
قرآن شریف ۵ اسطر بمبئی [illegible]
صحیح بخاری معہ شرح فتح الباری [illegible]
المعتقد المنتقد .. ۱۲ر
تہذیب النسوان .. [illegible]
عدۃ الحصن الحصین .. ۴ر
عقائد الاسلام .. ۱۳ر
دیوان سوزان .. ار
ارمغان حکمت .. ۸ر
سرچشمہ رحمت .. ۸ر
ابن ماجہ .. [illegible]
تحفہ شاہجہانی .. ۱۲ر
شرح مائۃ عامل کلاں .. ۸ر
مظہر الحق معہ وسیلہ مغفرت ۲ر
دلائل الخیرات معہ ارشاد مرشد ۸ر
مجمع الزوائد و منبع الفوائد ولایتی [illegible]
ربع پارہ عم مترجم .. [illegible]
رانڈوں کی شادی .. ار
مجموعہ رسائل ضروریہ کلاں .. [illegible]
شرح وقایہ نظامی اردو .. [illegible]
ترجمہ مشارق الانوار بمبئی .. [illegible]
مشکوۃ شریف بمبئی .. [illegible]
نفع المفتی والسائل .. ۸ر
درر الزہر .. ۲ر
شرح عقائد نسفی .. ۴ر
قطعات ابن یمین .. ۱۲ر
رسالہ فتح المغیث .. ۱ر
تزکیۃ الاصحاب .. ار
رسالہ مظفر نگر .. [illegible]

رق منشور .. ۵ر
حدائق البلاغت رنگین [illegible]
آبحیات .. ۳ر
برکات محمدی .. ۱۲ر
ایضاح الحجہ .. ۸ر
افضل المقال .. ۶ر
انصاف شاہ ولی اللہ [illegible]
دلائل الخیرات مترجم نظامی [illegible]
مجموعہ تصوف .. ۱۰ر
مناقب الخلفاء راشدین ۵ر
انوار الشارق .. ۴ر
انشاے خرد افروز .. ار
آئینہ فارسی .. ار۶ پائی
احکام عید الضحی .. [illegible]
حقیقۃ الصلوۃ .. ۱۰ر
برہان ناسخ .. ۸ر
انگلش ایڈ منٹ یعنی انگریزی سلیب .. ۶ پائی
دستور المبتدی نظامی ۱۲ر
رحمۃ المہداۃ .. [illegible]
اتباع الحسنہ .. ار
موعظہ حسنہ .. ۱۰ر
رتقائے رحمت .. ار
توبۃ النصوح .. [illegible]
مرآۃ العروس .. ۸ر
محصنات .. ۱۰ر
منتخب الحکایات .. ۵ر
مسلم شریف .. [illegible]
مقدمہ تاریخ محمدی .. ۴ر
تاریخ محمدی حصہ اول .. ۸ر
مناجات فیروزی .. ۲ر
نماز اور اس کی حقیقت .. ۴ر
دعاے گنج العرش مترجم .. ار
مجموعہ پنج گنج .. ۳ر
مجموعہ میزان الصرف .. ۴ر
مخمس حسرت .. ۲ر
گناہ بے لذت .. ار
علم الاشیا .. ۳ر
کلید پشتو .. ۶ر
تائید اسلام .. ۸ر
معجزات محمدیہ .. ۲ر
تصدیق اسلام .. ۴ر

العبد
نبی بخش لائبریرین انجمن حمایت اسلام لاہور